Muslims who believe in the Messiah,
Mirza Ghulam Ahmad Qadiani[as]

لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

القران الحکیم ۱۲:۶۵

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

النور

اخاء ۱۳۹۲ ہش
اکتوبر ۲۰۱۳ء

مسجد طٰہٰ ۔ سنگاپور

Humanity First Medical Doctors' Trip to Guatemala

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ۟ (2:258)

النــــور

اکتوبر 2013

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

فہرس

یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ...

(البقرۃ: 41)

اے بنی اسرائیل! اُس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر کی۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ...

(المائدۃ: 12)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو۔

{700 احکامِ خداوندی صفحہ 72}

نگران: ڈاکٹر احسان اللہ ظفر

امیر جماعت احمدیہ، یو۔ایس۔اے

مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر نصیر احمد

مدیر: ڈاکٹر کریم اللہ زیروی

ادارتی مشیر: محمد ظفر اللہ ہنجرا

معاون: حسنیٰ مقبول احمد

لکھنے کا پتہ: karimzirvi@yahoo.com

OR

Editor Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905

قرآن کریم

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَافِي الْاَرْضِ ط وَاِنْ تُبْدُوْا مَافِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْتُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ط فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌO

(البقرة:285)

اور جو کچھ بھی آسمانوں میں اور زمین میں ہے اللہ ہی کا ہے۔اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے خواہ تم اسے ظاہر کرو یا اُسے چھپائے رکھو اللہ تم سے اس کا حساب لے گا۔ پھر جسے چاہے گا بخش دے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا۔اور اللہ ہر ایک چیز پر بڑا قادر ہے۔

تفسیر بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ :

اس آیت میں اُن خیالات کا ذکر کیا گیا ہے جن کو انسان اپنے دل میں چھپا کر رکھتا ہے۔اور جن کے متعلق سکیمیں سوچنا شروع کر دیتا ہے وقتی اور آنی خیالات کا اس میں کوئی ذکر نہیں۔اور نہ اُن پر کوئی گرفت ہے۔ہاں غلط عقائد اور بُغض اور حسد اور کینہ وغیرہ بھی اگر بغیر توبہ کے بخش دیئے جائیں تو پھر ایمان کی کوئی حقیقت ہی نہیں رہتی اس لئے اُن پر مؤاخذہ کیا جائے گا۔کیونکہ یہی تمام گناہوں کی جڑھ ہیں۔اسی وجہ سے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَايُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ (البقرة:226) یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری قسموں میں سے لغو قسموں پر تم سے کوئی مؤاخذہ نہیں کرے گا ہاں جو گناہ تمہارے دلوں نے بالا رادہ کمایا ہے اُس پر تم سے مؤاخذہ کرے گا۔دوسری جگہ فرماتا ہے۔اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ مَسْئُوْلًا (بنی اسرائیل آیت37) یعنی کان آنکھ اور دل سب کے متعلق انسان سے سوال کیا جائے گا یعنی کان آنکھ کے گناہوں کے علاوہ اُن خیالات کا بھی جائزہ لیا جائے گا جو مستقل طور پر کسی انسان کے دل میں پیدا ہوتے رہے۔اسی طرح فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ لا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ط وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ (النور:20)۔یعنی وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ مومنوں میں بدی پھیل جائے۔اُن کے لئے بڑا دردناک عذاب مقدر ہے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔اس آیت میں بھی ان لوگوں کا کوئی عمل بیان نہیں کیا گیا۔بلکہ ان کے دل کی حالت بیان کر کے سزا تجویز کی گئی ہے۔پس وہ خیالات جن کو انسان اپنے دل میں قائم رکھے اور اُن کے متعلق سوچتا اور غور کرتا رہے خواہ اُنکو عمل میں نہ لا سکے قابلِ سزا ہیں مگر وہ ناپاک خیالات جو دل میں آئیں اور انسان بائیں طرف تھوک کر اور استغفار اور لاحول پڑھ کر اُنکو دل سے نکال دے۔اُن پر کوئی گرفت نہیں۔اسی طرح ۔۔۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لَاتَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ (البقرة: 284) یعنی تم سچی گواہی کو مت چھپاؤ اور یاد رکھو کہ جو شخص سچی گواہی کو چھپاتا ہے وہ یقیناً ایسا ہے جس کا دل گناہگار ہے۔۔۔انسانی خیالات تین قسم کے ہیں۔اوّل ایک وسوسہ یا خیال اُٹھا اور خود بخود چلا گیا۔اس کا تو نہ ثواب ہے نہ عذاب۔دوم ایک بدعقیدہ دل میں پیدا ہوا یا ایک بدکام کی تحریک دل میں پیدا ہوئی اور اُس نے اُس کو رد کر دیا۔چونکہ بدی کا مقابلہ نیکی ہے اس کو ایک نیکی کا ثواب ملے گا۔سوم۔اگر اس نے اُس کو باہر نہ نکالا اور اپنا مال سمجھ کر دل میں رکھ لیا۔تو اُس کو ایک بدی کا گناہ ہوگا۔

(تفسیر کبیر جلددوم صفحہ650-651)

۔۔۔۔ احادیثِ مبارکہ ۔۔۔۔

☆احادیث میں آتا ہے کہ جب یہ آیت (البقرۃ:285) نازل ہوئی تو صحابہ سخت گھبرائے اور انہوں نے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم نماز اور روزہ اور جہاد اور صدقہ وغیرہ احکام پر تو عمل کرسکتے ہیں مگر اس آیت میں ایک تو ایسا حکم نازل ہوا ہے جس پر عمل کرنے کی ہم میں طاقت ہی نہیں۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

اَتُرِیْدُوْنَ اَنْ تَقُوْلُوْ کَمَا قَالَ اَھْلُ الْکِتَابِ مِنْ قَبْلِکُمْ سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا بَلْ قُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ فَلَمَّا اقْتَرَأَھَا الْقَوْمُ وَذَلَّتْ بِھَا اَلْسِنَتُھُمْ اَنْزَلَ اللّٰہُ فِیْ اَثَرِھَا اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ

(صحیح مسلم)

یعنی کیا تم چاہتے ہو کہ تم وہی کہو جو اہلِ کتاب نے تم سے پہلے کہا تھا کہ سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا۔ تمہارا فرض تو یہ ہے کہ تم کہو۔ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْر۔ جب صحابہؓ نے اپنے دل کی گہرائیوں سے یہ الفاظ کہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور انہوں نے اپنی گردنیں جھکادیں اور اس کی مغفرت اور رحمت کے طلبگار ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اظہار خوشنودی کے طور پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ۔

☆ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ حدیث بھی مروی ہے کہ

اِذَاھَمَّ عَبْدِیْ بِسَیِّئَۃٍ فَلَا تَکْتُبُوْھَا عَلَیْہِ فَاِنْ عَمِلَھَا فَاکْتُبُوْھَا سَیِّئَۃً۔ وَاِذَا ھَمَّ بِحَسَنَۃٍ فَلَمْ یَعْمَلْھَا فَاکْتُبُوْھَا حَسَنَۃً فَاِنْ عَمِلَھَا فَاکْتُبُوْا عَشْرًا

یعنی اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو یہ حکم دے دیا ہے کہ جب میرا بندہ کسی بدی کا ارادہ کرے تو اسے مت لکھو ہاں اگر اس ارادہ کے مطابق عمل بھی کرلے تو ایک بدی اس کے نامہ اعمال میں درج کردو۔ لیکن اگر وہ کسی نیکی کا ارادہ کرے اور اس پر عمل نہ کرے تو اس کی ایک نیکی لکھو۔ اور اگر اُس نیکی پر عمل کرلے تو پھر دس نیکیاں لکھو۔

☆تزکیہ نفس کی بنیاد انسانی قلب کی صفائی پر ہے اور اس کی اہمیت رسول کریم ﷺ نے ایک اور جگہ بھی بیان فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَالْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَاوَھِیَ الْقَلْبُ

یعنی انسان کے بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ تندرست ہوتا ہے تو سارا جسم تندرست ہوتا ہے اور جب وہ بگڑتا ہے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ غور کے ساتھ سنو کہ وہ گوشت کا ٹکڑا دل ہے۔

(بحوالہ تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 651-652)

منظوم کلام امام الزمان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

(بدظنّی سے بچو)

اگر دل میں تمہارے شرّ نہیں ہے تو پھر کیوں ظنِّ بد سے ڈر نہیں ہے

کوئی جو ظنِّ بد رکھتا ہے عادت بدی سے خود وہ رکھتا ہے اِرادت

گمانِ بد شیاطیں کا ہے پیشہ نہ اہلِ عِفّت و دِیں کا ہے پیشہ

تمہارے دل میں شیطاں دے ہے بچے اسی سے ہیں تمہارے کام کچے

وُہی کرتا ہے ظنِّ بد بِلا رَیب کہ جو رکھتا ہے پردہ میں وُہی عیب

وُہ فاسق ہے کہ جس نے رہ گنوایا نظربازی کو اِک پیشہ بنایا

مگر عاشق کو ہرگز بد نہ کہیو! وہاں بدظنّیوں سے بچ کے رہیو

اگر عُشّاق کا ہو پاک دامن یقیں سمجھو کہ ہے تریاق دامن

مگر مشکل یہی ہے درمیاں میں کہ گُل بے خار کم ہیں بوستاں میں

تمہیں یہ بھی سناؤں اس بیاں میں کہ عاشق کس کو کہتے ہیں جہاں میں

وُہ عاشق ہے کہ جس کو حسبِ تقدیر محبت کی کماں سے آ لگا تیر

نہ شہوت ہے نہ ہے کچھ نفس کا جوش ہوا اُلفت کے پیمانوں سے مدہوش

لگی سینہ میں اُس کے آگ غم کی
نہیں اس کو خبر کچھ پیچ و خم کی

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

''مَیں دعویٰ سے کہتا ہوں اور میں ایسی صداقت پر قائم کیا گیا ہوں اور یہی حق ہے کہ جبتک خدائے قہار کی معرفت تام نہ ہو اور اس کی قوتوں کی ایک شمشیر برہنہ نظر نہ آجاوے انسان بدی سے بچ نہیں سکتا۔ بدی ایک ایسا ملکہ ہے جو انسان کو ہلاکت کی طرف لے جاتا ہے۔ اور دل بے اختیار ہو ہو کر قابو سے نکل جاتا ہے۔ خواہ کوئی یہ کہے کہ شیطان حملہ کرتا ہے۔ خواہ کسی اور طرز پر اس کو بیان کیا جاوے۔ یہ ماننا پڑے گا کہ آج کل بدی کا زور ہے اور شیطان اپنی حکومت اور سلطنت کو قائم کرنا چاہتا ہے۔ بدکاری اور بے حیائی کے دریا کا بند ٹوٹ پڑا ہے اور وہ اطراف میں طوفانی رنگ میں جوش زن ہے۔ پس کس قدر ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ جو ہر مصیبت اور مشکل کے وقت انسان کا دستگیر ہوتا ہے اس وقت اُسے ہر بلا سے نجات دے؛ چنانچہ اس نے اپنے فضل سے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے۔ دُنیا نے اس سیلاب سے بچنے کے واسطے مختلف حیلے نکالے ہیں اور جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے عیسائیوں نے جو کچھ پیش کیا ہے وہ ایک ایسی بات ہے کہ جس کے بیان کرنے سے بھی شرم آتی ہے۔ پھر اس کا علاج وہی ہے جو خدا نے انسان کی فطرت میں رکھا ہے۔ یعنی یہ کہ وہ مفید اور نفع رساں چیزوں کی طرف رغبت کرتا ہے اور مُضر اور نقصاں رساں چیزوں سے دُور بھاگتا ہے اور نفرت کا اظہار کرتا ہے۔ دیکھو سونے اور چاندی کو اپنے لئے مفید سمجھتا ہے تو اس کی طرف کیسی رغبت کرتا ہے اور کن کن محنتوں اور مشکلات سے بہم پہنچاتا ہے اور پھر کن حفاظتوں سے اسے رکھتا ہے لیکن اگر کوئی شخص سونے چاندی کو تو پھینک دے اور اس کی بجائے مٹی کے بڑے بڑے ڈھیلے اُٹھا کر اپنے صندوقوں میں بند کر کے ان کی حفاظت کرنے لگے تو کیا ڈاکٹر اس کی دیوانگی کا فتویٰ نہ دیں گے۔ ضرور دیں گے۔ اسی طرح پر جب ہمیں یہ محسوس ہو جاوے کہ خدا ہے اور وہ بدی سے نفرت کرتا اور نیکی کو پیار کرتا ہے اور نیکیوں کو عزیز رکھتا ہے تو ہم دیوانہ وار نیکیوں کی طرف دوڑیں گے اور گناہ کی زندگی سے دُور بھاگیں گے۔ یہی ایک اصول ہے جو نیکی کی قوت کو طاقت بخشتا اور نیکی کے قویٰ کو تحریک دیتا ہے اور بدی کی قوتوں کو ہلاک کرتا اور شیطان کی ذُرّیت کو شکست دیتا ہے۔

جب واقعی طور پر اس آفتاب کی طرح جو اس وقت دنیا پر چمکتا ہے خدا پر ہمیں یقین حاصل ہو جاوے اور ہم خدا کو گویا دیکھ لیں، تو یقیناً ہماری سفلی زندگی پر موت وارد ہو جاتی ہے اور اس کے بجائے ایک آسمانی زندگی پیدا ہو جاتی ہے، جیسے انبیاء علیہم السلام اور دوسرے راستبازوں کی زندگیاں تھیں۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 13)

خطبہ جمعہ

جو جماعتی نظام ہے، سیکرٹریان، مبلغین اور ذیلی تنظیمیں سب کا کام ہے کہ خلافت سے ہر فرد کا ذاتی تعلق پیدا کروانے کی کوشش کریں۔ دلوں میں خلافت سے تعلق اور وفا کو جو پہلے ہی ہے، اُجاگر کرنے کی کوشش کریں

ہر احمدی کو پتہ ہونا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی غرض کیا ہے؟ اور یہ کہ آپ کو ماننا کیوں ضروری ہے؟اپنے عقیدے کو مضبوط اور پختہ کرنے کی ہر ایک کو ضرورت ہے۔ جماعتی نظام کو بھی اور ذیلی تنظیموں کو بھی اپنے پروگرام بنانے چاہئیں کہ کس طرح ہم اس بارے میں ہر فرد تک یہ تعلیم پہنچا دیں کہ آپ کی بعثت کی غرض کیا ہے اور آپ کو ماننا کیوں ضروری ہے۔

مختلف تربیتی اور انتظامی امور سے متعلق امراءِ جماعت، مبلغین عہدیداران اور افرادِ جماعت کو نہایت اہم تاکیدی نصائح

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 16 اگست 2013ء بمطابق 16 ظہور 1392 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح۔ لندن

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ إِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ○ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ○

کچھ دن ہوئے، دینی تربیتی امور کا ایک جائزہ اتفاق سے ایک عہدیدار کے ساتھ باتوں باتوں میں میرے سامنے آیا۔ اُس کے بعد پھر مَیں نے اُن سے تحریری رپورٹ بھی منگوائی۔ اس کو دیکھ کر مجھے خیال ہوا کہ بعض امور ایسے ہیں جن پر مجھے کچھ کہنا چاہئے۔ جماعت کا ایک طبقہ جو ہے، اُس کو اس کی ضرورت ہے اور اسی طرح کچھ ایسی باتیں ہیں جن کی عہدیداروں کو بھی ضرورت ہے۔ یہ امور جس طرح یہاں کی جماعت کے لئے اہم ہیں اسی طرح دنیا کی دوسری جماعتوں کے لئے بھی اہم ہیں۔ یا نئی نسل اور اُن افراد کے لئے بھی ان کا جاننا ضروری ہے جو زیادہ ایکٹو (active) نہیں ہیں، زیادہ تر جماعتی کاموں میں involve نہیں ہیں۔ یہ ایسے امور ہیں کہ جن کو عموماً کھول کر بیان نہیں کیا جاتا۔ یا مربیان اور عہدیداران افرادِ جماعت کے سامنے اس طرح احسن رنگ میں ذکر نہیں کرتے جس طرح ہونا چاہئے۔ جس کی وجہ سے بعض ذہنوں میں، خاص طور پر نوجوانوں میں سوال اُٹھتے ہیں لیکن وہ سوال کرتے نہیں۔ اس لئے کہ جماعتی ماحول یا اُن کا عزیز رشتے دار یا والدین ان سوالوں کو برا سمجھیں گے یا وہ کسی مشکل میں پڑ جائیں گے۔ حالانکہ چاہئے تو یہ کہ مربیان اور مبلغین سے سوال کر کے یا عہدیداروں سے جو علم رکھتے ہیں اُن سے سوال کر کے، یا اپنی ذیلی تنظیموں کے عہدیداروں سے سوال کر کے پوچھیں۔ خدام الاحمدیہ اور لجنہ سے تعلق رکھنے والوں اور تعلق رکھنے والیوں کا اپنی اپنی متعلقہ ذیلی تنظیموں سے اس طرح تعلق ہونا چاہئے کہ آسانی سے سوال کر سکیں تا کہ معلومات میں بھی اضافہ کریں اور کوئی شکوک و شبہات ہیں تو وہ بھی دُور کریں یا مجھے بھی لکھ سکتے ہیں۔ بعض لوگ مجھے دوسرے ملکوں سے بھی اور بعض دفعہ یہاں سے بھی لکھتے ہیں اور انتہائی ادب کے دائرے میں رہتے ہوئے لکھتے ہیں تو اُن کے سوالوں کے جواب دیئے بھی جاتے ہیں۔ بہرحال یہ بات بھی سامنے آئی کہ بعض عہدیدار بھی اپنے فرائض اور دائرہ

کار کے بارے میں تفصیل نہیں جانتے اور اپنی ذمہ داریوں کو کما حقہ ادا نہیں کرتے۔

جو باتیں مَیں بیان کرنے لگا ہوں اس میں ایک پہلو تو عقیدے اور اُس کے بارے میں علم سے تعلق رکھتا ہے۔ کیونکہ ہمیں علم ہونا چاہئے کہ ہم کیوں کسی عقیدے پر قائم ہیں اور اسی طرح بعض باتیں جو ہمیں کرنے کے لئے کہا جاتا ہے، جن کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے، اُن کے بارے میں بھی علم ہو کہ کیوں ہمیں کہا جاتا ہے اور کیوں یہ ایک احمدی مسلمان کے لئے ضروری ہے؟ اس میں مالی قربانی ہے، اس بارے میں لوگ تفصیل جاننا چاہتے ہیں۔ دوسرے اس تعلق میں عہدیداران کی بعض انتظامی ذمہ داریاں ہیں اُن کو کس طرح نبھانا ہے اور کس حد تک اختیارات ہیں۔ بہر حال اس تعلق میں ان دو باتوں کی طرف مَیں مختصراً توجہ دلاؤں گا۔

پہلی بات تو یہ ہے جو عقیدے سے تعلق رکھتی ہے اور ایک احمدی کے لئے اس کا جاننا ضروری ہے۔ عموماً اس کا بیان تو ہوتا بھی رہتا ہے لیکن اُس توجہ سے نہیں ہوتا یا اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے نہیں ہوتا کہ ہمارے اپنے لوگوں کی بھی تربیت کی ضرورت ہے۔ عام طور پر یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ ایک پیدائشی احمدی ہے، اُسے علم ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی غرض کیا ہے اور آپ کو ماننا کیوں ضروری ہے؟ نئے آنے والوں کو تو اس کا اچھی طرح علم ہوتا ہے۔ پڑھ کر تحقیق کر کے آتے ہیں۔ لیکن جیسا کہ میں نے کہا جو اتنے زیادہ ایکٹو (active) نہیں ہیں، اجتماعات پر نہیں آتے، بعض جلسوں پر بھی نہیں آتے اور ہر ملک میں ایسے لوگ موجود ہیں، چاہے تھوڑی تعداد ہو، ایک تعداد ہے جس کی طرف ہمیں فکر سے توجہ دینی چاہئے اور اس کے لئے خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ کی تنظیموں کو بھی اپنے پروگرام بنا کر اس پر کام کرنے کی زیادہ ضرورت ہے۔ اسی طرح جماعتی نظام بھی ایسے لوگوں کو دھتکارنے کے بجائے یا یہ کہنے کے بجائے کہ ان کی اصلاح نہیں ہو سکتی اُنہیں قریب لانے کی کوشش کرے۔ سوائے اُن کے جو کھل کر کہہ دیتے ہیں کہ میرا تمہارے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن ایسے لوگوں کے بارے میں بھی جو جماعت کا main جماعتی نظام، main stream ہے، اُس کو چاہئے کہ ذیلی تنظیموں کو ان لوگوں کی معلومات دے دیں، کیونکہ بعض بڑی عمر کے عہدیداران کے سخت رویے کی وجہ سے بھی لوگ ایسے جواب دے دیتے ہیں۔ ذیلی تنظیمیں ان کے ہم عمر یا کچھ حد تک ہم مزاج لوگوں کے ذریعہ سے اُن کی اصلاح کی طرف توجہ دے سکتی ہیں۔ اور جہاں یہ طریق اپنایا گیا ہے وہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے کامیابی بھی ہوئی ہے۔ بعض جگہ بعض سیکرٹریانِ تربیت ایسے بھی ہیں جنہوں نے تربیت کے لئے ایسے لوگوں کی نفسیات کو سامنے رکھتے ہوئے پروگرام بنائے اور اس کا اچھا اور بڑا خاطر خواہ اثر ہوا۔ بڑی اچھی response ان لوگوں سے ملی۔ بہر حال کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ہم نے حتی الوسع ہر احمدی کو ضائع ہونے سے بچانا ہے۔ یہ ہر عہدیدار کی ذمہ داری ہے، ہر مربی کی ذمہ داری ہے اور ہر سطح پر ذیلی تنظیموں اور جماعتی نظام کی ذمہ داری ہے۔

اس اصولی بات کے بعد جو پہلی بات مَیں کرنا چاہتا ہوں، وہ جیسا کہ مَیں نے کہا، ہر احمدی کو پتہ ہونا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی غرض کیا ہے؟ اور یہ کہ آپ کو ماننا کیوں ضروری ہے؟ اس کے لئے میں نے یہی مناسب سمجھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں ہی مَیں بیان کروں۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''مجھے بھیجا گیا ہے تا کہ مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھوئی ہوئی عظمت کو پھر قائم کروں اور قرآنِ شریف کی سچائیوں کو دنیا کو دکھاؤں اور یہ سب کام ہو رہا ہے لیکن جن کی آنکھوں پر پٹی ہے وہ اس کو دیکھ نہیں سکتے حالانکہ اب یہ سلسلہ سورج کی طرح روشن ہو گیا ہے اور اس کی آیات و نشانات کے اس قدر لوگ گواہ ہیں کہ اگر اُن کو ایک جگہ جمع کیا جائے تو اُن کی تعداد اس قدر ہو کہ رُوئے زمین پر کسی بادشاہ کی بھی اتنی فوج نہیں ہے''۔ فرمایا کہ: ''اِس قدر صورتیں اس سلسلہ کی سچائی کی موجود ہیں کہ ان سب کو بیان کرنا بھی آسان نہیں۔ چونکہ اسلام کی سخت توہین کی گئی تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسی توہین کے لحاظ سے اس سلسلہ کی عظمت کو دکھایا ہے۔'' (ملفوظات جلد3 صفحہ9۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

اور یہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کی بات نہیں ہے بلکہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کے بارے میں اور قرآنِ شریف کی سچائی کو دنیا میں قائم کرنے کے بارے میں اپنے لٹریچر میں، اپنی کتب میں، اپنے ارشادات میں جس طرح روشنی ڈال گئے ہیں، وہ آج بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور قرآنِ شریف کی سچائی کو دشمنوں پر ثابت کر رہا ہے۔ مَیں نے مختلف موقعوں پر مختلف مثالیں دی ہیں کہ جب آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی پہلوؤں کو غیروں کے سامنے بیان کیا جائے تو کس طرح وہ یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ اگر یہی سیرت ہے، یہی تعلیم ہے تو ہم غلطی پر تھے۔ کچھ عرصہ ہوا اپنی کسی تقریر میں کینیڈا کے ایک مخالفِ اسلام کی مَیں نے مثال دی تھی جس نے ڈینش اخباروں کے کارٹون بھی اپنے رسالے میں، اپنے اخبار میں شائع کئے تھے۔ اُس نے جب اس دفعہ دورے میں وہاں میری بات سنی ہے اور اسلام کی خوبصورت تعلیم کے بارے میں اُسے علم ہوا تو وہ اپنے اخبار میں یہ لکھنے پر مجبور ہو گیا کہ امام جماعت احمدیہ کی بات سن کر مجھے حقیقت کا علم ہوا ہے اور اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ اسی طرح گزشتہ خطبہ میں مَیں نے بتایا تھا کہ امریکہ میں ایک بڑے سیاستدان نے جمعہ کے حوالے سے غلط قسم کا پروگرام اپنے ریڈیو میں دیا یا باتیں کیں۔ اس پروگرام کو سننے والوں کی تعداد بھی بہت بڑی ہے، لاکھوں میں ہے۔ اس پر جمعہ کی اہمیت اور حقیقت قرآنِ کریم کی رُو سے کیا ہے؟ اس بارہ میں ہمارے ایک احمدی نوجوان نے اپنا آرٹیکل لکھا، ویب سائٹ پر دیا۔ پھر اس شخص کو لکھا گیا۔ یہ وہاں کا بڑا پولیٹیکل لیڈر ہے، مشہور آدمی ہے کہ تم نے غلط کہا ہے، اب ہمیں بھی ریڈیو پر وقت دو۔ چنانچہ اُس نے وقت دیا۔ یہ بہر حال اُس کی شرافت تھی اور ہمارے ایک احمدی نوجوان نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس ریڈیو پر جمعہ اور اُس کے حوالے سے قرآن کے تقدس کے بارے میں بات کی تو اُس نے یہ تسلیم کیا کہ میری غلطی تھی اور اس پروگرام کو بھی لاکھوں افراد نے سنا۔ اور یہ سب بھی اعتراف کرتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کے ذریعہ سے ہی ہمیں حقیقی اسلامی تعلیم کا پتہ چلتا ہے۔ پس یہ سب کچھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو ہمیں بتایا، ہمیں حقیقت سے آشکار کیا، اسی وجہ سے ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کے لئے بھیجا تھا کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام دنیا پر روشن کریں، قرآنِ کریم کی تعلیم کو، حقیقت کو آشکار کریں۔

پس اس وجہ سے جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ اسلام کی عظمت اور قرآنِ کریم کی عظمت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور وقار دنیا میں دوبارہ آپ کے ذریعہ سے قائم ہو رہا ہے۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ ہم کسی بھی وجہ سے کسی احساسِ کمتری کا شکار ہوں اور نوجوانوں کو اس بارے میں حوصلہ رکھنا چاہئے۔ جہاں جہاں بھی نوجوان ایکٹو (active) ہیں اللہ کے فضل سے مخالفین کا منہ بند کر رہے ہیں۔

پھر ہم میں سے ہر ایک کو یہ بھی پتہ ہونا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننا کیوں ضروری ہے۔ تیرہ چودہ سال کے بچے بھی یہ سوال کرتے ہیں اور والدین اُن کو صحیح طرح جواب نہیں دیتے۔ اس بارے میں مَیں پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں ہی بیان کر دیتا ہوں۔ یہ تفصیلی ایک ارشاد ہے۔ اس کو ذیلی تنظیمیں بعد میں اس کے حصے بنا کر سمجھانے کے لئے استعمال کر سکتی ہیں اور اس سے مزید رہنمائی بھی لے سکتی ہیں۔ ایک موقع پر بعض مولویوں نے آپ سے سوال کیا کہ ہم اب نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔ روزے بھی رکھتے ہیں۔ قرآن اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان بھی لاتے ہیں تو پھر ہمیں آپ کو ماننے کی کیا ضرورت ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ:

''دیکھو جس طرح جو شخص اللہ اور اُس کے رسول اور کتاب کو ماننے کا دعویٰ کر کے اُن کے احکام کی تفصیلات مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، تقویٰ طہارت کو بجا نہ لاوے اور اُن احکام کو جو تزکیۂ نفس، ترکِ شر اور حصول خیر کے متعلق نافذ ہوئے ہیں چھوڑ دے وہ مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں ہے''۔ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے لیکن یہ ساری نیکیاں نہ بجا لائے، برائیوں کو نہ چھوڑے، نیکیوں کو اختیار نہ کرے تو فرمایا کہ وہ مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔'' اور اُس پر ایمان کے زیور سے آراستہ ہونے کا اطلاق صادق نہیں آ سکتا۔ اسی طرح سے جو شخص مسیح موعود کو نہیں مانتا یا ماننے کی ضرورت نہیں سمجھتا وہ بھی حقیقتِ اسلام اور غایتِ نبوت اور غرضِ رسالت سے بے خبر محض ہے''۔ یعنی کہ اُس کو پتہ ہی نہیں کہ نبوت کی کیا ضرورت ہے؟ کیا اغراض ہیں؟'' اور وہ اس بات کا حقدار نہیں ہے کہ اُس کو سچا مسلمان، خدا اور اُس کے رسول کا سچا تابعدار اور فرمانبردار کہہ سکیں کیونکہ جس طرح سے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے قرآنِ شریف میں احکام دیئے ہیں اسی طرح سے آخری زمانہ میں ایک آخری خلیفہ کے آنے کی پیشگوئی بھی بڑے زور سے بیان فرمائی ہے اور اُس کے نہ ماننے والے اور اُس سے انحراف کرنے والوں کا نام فاسق رکھا ہے۔ قرآن اور حدیث کے الفاظ میں فرق (جو کہ فرق نہیں بلکہ بالفاظِ دیگر قرآنِ شریف کے الفاظ کی تفسیر ہے) صرف یہ ہے کہ قرآنِ شریف میں خلیفہ کا لفظ بولا گیا ہے اور حدیث میں اسی خلیفہ آخری کو مسیح موعودؑ کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ پس قرآنِ شریف نے جس شخص کے مبعوث کرنے کے متعلق وعدے کا لفظ بولا ہے اور اس طرح سے اس

شخص کی بعثت کو ایک رنگ کی عظمت عطا کی ہے وہ مسلمان کیسا ہے جو کہتا ہے کہ ہمیں اُس کے ماننے کی ضرورت ہی کیا ہے؟''

فرمایا کہ:'' خلفاء کے آنے کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک لمبا کیا ہے اور اسلام میں یہ ایک شرف اور خصوصیت ہے کہ اُس کی تائید اور تجدید کے واسطے ہر صدی پر مجدد آتے رہے اور آتے رہیں گے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تشبیہ دی ہے''۔

یہاں مجدد کے بارے میں پھر بعض دفعہ لوگ غلطی کھا جاتے ہیں کہ اگر آتے رہیں گے تو کون ہوں گے؟ اس بارے میں ایک تفصیلی خطبہ مَیں پہلے دے چکا ہوں۔ اُس سے بھی نوٹس لئے جا سکتے ہیں کہ خلفاء ہی مجدد ہوں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑی وضاحت سے بیان بھی فرما چکے ہیں۔ جماعت کے لٹریچر میں بھی یہ سب کچھ موجود ہے۔

فرمایا:'' دیکھو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تشبیہ دی ہے جیسا کہ کَـمَـا کے لفظ سے ثابت ہوتا ہے۔ شریعتِ موسوی کے آخری خلیفہ حضرت عیسیٰ تھے جیسا کہ خود وہ فرماتے ہیں کہ مَیں آخری اینٹ ہوں۔ اسی طرح شریعتِ محمدی میں بھی اس کی خدمت اور تجدید کے واسطے ہمیشہ خلفاء آئے اور قیامت تک آتے رہیں گے۔ اور اس طرح سے آخری خلیفہ کا نام بلحاظ مشابہت اور بلحاظ مفوضہ خدمت کے مسیح موعود رکھا گیا۔ اور پھر یہی نہیں کہ معمولی طور سے اس کا ذکر ہی کر دیا ہو بلکہ اُس کے آنے کے نشانات تفصیلاً کُل کتبِ سماوی میں بیان فرما دیئے ہیں۔ بائبل میں، انجیل میں، احادیث میں اور خود قرآنِ شریف میں اس کی آمد کی نشانیاں دی گئی ہیں اور ساری قومیں، یہودی، عیسائی اور مسلمان متفق طور سے اس کی آمد کے قائل اور منتظر ہیں۔ اس کا انکار کر دینا کس طرح سے اسلام ہو سکتا ہے۔ اور پھر جبکہ وہ ایک ایسا شخص ہے کہ اُس کے واسطے آسمان پر بھی اللہ تعالیٰ نے اُس کی تائید میں نشان ظاہر کئے اور زمین پر بھی معجزات دکھائے۔ اُس کی تائید کے واسطے طاعون آیا اور کسوف و خسوف اپنے مقررہ وقت پر بموجب پیشگوئی عین وقت پر ظاہر ہو گیا۔ تو کیا ایسا شخص جس کی تائید کے واسطے آسمان نشان ظاہر کرے اور زمین اَلْوَقْت کہے وہ کوئی معمولی شخص ہو سکتا ہے کہ اُس کا ماننا اور نہ ماننا برابر ہو اور لوگ اُسے نہ مان کر بھی مسلمان اور خدا کے پیارے بندے بنے رہیں؟ ہرگز نہیں۔''

فرمایا:'' یاد رکھو کہ موعود کے آنے کی کُل علامات پوری ہو گئی ہیں۔ طرح طرح کے مفاسد نے دنیا کو گندہ کر دیا ہے۔ خود مسلمان علماء اور اکثر اولیاء نے مسیح موعود کے آنے کا یہی زمانہ لکھا ہے کہ وہ چودھویں صدی میں آئے گا......''۔ فرمایا:'' اس قدر متفقہ شہادت کے بعد بھی جو کہ اولیاء اور اکثر علماء نے بیان کی۔ اگر کوئی شبہ رکھتا ہو تو اُسے چاہئے کہ قرآنِ شریف میں تدبر کرے اور سورۃ النُّور کو غور سے مطالعہ کرے۔ دیکھو جس طرح حضرت موسیٰ سے چودہ سو برس بعد حضرت عیسیٰ آئے تھے اسی طرح یہاں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چودھویں صدی ہی میں مسیح موعود آیا ہے۔ اور جس طرح حضرت عیسیٰ سلسلہ موسوی کے خاتم الخلفاء تھے اسی طرح اِدھر بھی مسیح موعود خاتم الخلفاء ہو گا''۔ (ملفوظات جلد5 صفحہ551، 552 ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)۔ یعنی آپ نے فرمایا کہ میں آئندہ ہزار سال کا خلیفہ ہوں اور جو بھی اب آئے گا آپ کی متابعت میں ہی آئے گا۔

پس جن پیشگوئیوں کے مطابق جو قرآنِ کریم اور حدیث میں واضح ہیں، مسیح موعود نے چودھویں صدی میں آنا تھا، وہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام ہی ہیں۔

پس ہر احمدی کو چاہئے کہ آپ کی کتب کو پڑھے۔ انگریزی دان جو ہیں یا جن کو اردو زبان نہیں آتی ان کے لئے دوسرے ملکوں میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے مختلف زبانوں میں اتنا لٹریچر موجود ہے کہ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا مقصد اور آپ کو ماننا کیوں ضروری ہے اس بارے میں وضاحت سے موجود ہے۔ اپنے عقیدے کو مضبوط اور پختہ کرنے کی ہر ایک کو ضرورت ہے۔ اعتراض کرنے والوں کے اعتراضوں کے جواب دیں۔ خود تیاری کریں گے تو علم بھی حاصل ہو گا اور اعتراضوں کے جواب بھی تیار ہوں گے۔

اس کے لئے بھی علاوہ اس کے کہ ہر شخص خود کرے، جماعتی نظام کو بھی اور ذیلی تنظیموں کو بھی اپنے پروگرام بنانے چاہئیں کہ کس طرح ہم اس بارے میں ہر فرد تک یہ تعلیم پہنچا دیں کہ آپ کی بعثت کی غرض کیا ہے اور آپ کو ماننا کیوں ضروری ہے؟ یہ تو عقیدے کی بات ہو گئی جو میں نے کر دی ہے۔

دوسری بات تربیت کی ہے اور وہ افرادِ جماعت کا خلافت کے ساتھ تعلق ہے۔ خلافت کے ساتھ تعلق میں آج کل اللہ تعالیٰ کے فضل سے اللہ تعالیٰ

نے ہمیں ایم ٹی اے کا بھی ایک ذریعہ دیا ہوا ہے۔ اسی طرح alislam ویب سائٹ ہے۔ پس ان سے بھی جوڑنے کی کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔ ہر احمدی کو، نوجوان کو، مرد ہو عورت ہو جوڑنے کی کوشش کریں اور نظامِ جماعت کو بھی اور ذیلی تنظیموں کو بھی یہ کوشش کرنی چاہئے۔ مخلصین اور باوفا مخلصین کی بہت بڑی تعداد ہے جو بڑی کوشش سے آتے ہیں اور یہاں مسجد میں آ کر بھی خطبہ سنتے ہیں اور دنیا میں مختلف جگہوں پر ایم ٹی اے کے ذریعہ سے بھی سنتے ہیں اور باقاعدگی سے سنتے ہیں، بلکہ بعض ایسے بھی ہیں جو مجھے لکھتے ہیں کہ دو تین دفعہ سنتے ہیں۔ لیکن ایک ایسی تعداد ہے جو نہیں سنتی۔ یہاں یوکے (UK) میں ہی ایسے لوگ ہیں جو خطبات نہیں سنتے اور نہ ہی دوسرے پروگرام دیکھتے ہیں بلکہ وہ بعض پروگراموں میں شامل بھی نہیں ہوتے۔ ایک جماعت میں کافی تعداد میں لوگوں نے خلافِ تعلیم سلسلہ بعض حرکتیں کیں جس کی وجہ سے مجبوراً اُن پر کچھ پابندیاں عائد کی گئیں۔ جب مزید تحقیق کی تو پتہ چلا کہ اُن میں سے اکثریت ایسی ہے جو خطبات نہیں سنتے، یا جن کا جماعت میں زیادہ تر actively آنا جانا نہیں ہے، نہ جماعتی پروگراموں میں شامل ہوتے ہیں لیکن جماعت کے ساتھ تعلق کیونکہ اُن کے خون میں تھا اس لئے جب اُن پر پابندیاں لگیں، اُن کو تھوڑی سی سزا دی گئی تو پریشان بھی ہو گئے اور انتہائی فکر اور درد سے مجھے معافی کے خط بھی لکھنے لگ گئے۔ بعض مجھے ملے بھی تو اُس وقت بھی روتے تھے۔ اگر وہ صرف دنیادار ہی ہوتے تو یہ حالت نہ ہوتی۔ پس ایسے بھی ہیں جو دنیا کے کاروباروں کی وجہ سے لاپرواہ ہو جاتے ہیں اور جب اُنہیں توجہ دلائی جاتی ہے تو پھر اُنہیں شرمندگی کا احساس بھی ہوتا ہے اور توبہ و استغفار بھی کرتے ہیں اور آئندہ سے جماعت سے اپنے تعلق کو مضبوط کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔

پس یہ یاددہانی کروانا اور نگرانی بھی رکھنا یہ جو جماعتی نظام ہے، سیکرٹریان، مبلغین اور ذیلی تنظیمیں ہیں، ان سب کا کام ہے کہ خلافت سے ہر فرد کا ذاتی تعلق پیدا کروانے کی کوشش کریں۔ دلوں میں خلافت سے تعلق اور وفا کو جو پہلے ہی ہے اجاگر کرنے کی کوشش کریں۔ جب اُن کو سمجھایا جائے تو یہ لوگ مزید نکھر کے سامنے آتے ہیں۔ اگر کوئی گرد پڑ بھی گئی ہو تو وہ جھڑ جاتی ہے۔ کیونکہ جب کوئی تعزیر کی جاتی ہے تو اُس وقت اس وفا کا شدت سے اظہار ہوتا ہے۔

اگر تربیت کا شعبہ مستقل خلیفہ وقت سے رابطے کی تلقین کرتا رہے اور خطبات اور جلسوں اور سارے پروگراموں کو دیکھنے کی طرف توجہ دلاتے رہیں تو جہاں خلافت سے مزید تعلق مضبوط ہوگا، وہاں تربیت کے بھی بہت سے مسائل حل ہو جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

پھر اگلی بات جس کی طرف میں توجہ دلانا چاہتا ہوں، وہ افرادِ جماعت پر چندوں کی اہمیت واضح کرنا ہے۔ یاد رکھیں اور یہ بات عموماً میں سیکرٹریانِ مال سے کہا بھی کرتا ہوں کہ لوگوں کو یہ بتایا کریں کہ چندہ کوئی ٹیکس نہیں ہے بلکہ اُن فرائض میں داخل ہے جن کی ادائیگی کا اللہ تعالیٰ نے قرآنِ شریف میں متعدد جگہ حکم فرمایا ہے۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ۔ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ، وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ۔ (التغابن: 17-18) پس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جس حد تک تمہیں توفیق ہے اور سنو اور اطاعت کرو اور خرچ کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور جو نفس کی کنجوسی سے بچائے جائیں تو یہی ہیں وہ لوگ جو کامیاب ہونے والے ہیں۔ اگر تم اللہ کو قرضہ حسنہ دو گے تو وہ اسے تمہارے لئے بڑھا دے گا۔ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وہ اُسے تمہارے لئے بڑھا دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بہت قدر شناس اور بردبار ہے۔

پس ان آیات سے واضح ہے کہ خدا کی راہ میں خرچ کرنا ایک مومن کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں جو خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور فرمایا کہ تمہارا خدا کی راہ میں خرچ کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ تم نے اللہ تعالیٰ کو قرض دیا ہے اور اللہ تعالیٰ وہ ہستی ہے جو بندے کو اُس کی قربانی کے بدلے میں کئی گنا بڑھا کر لوٹاتی ہے۔ اور لوگ ایسے متعدد واقعات مجھے لکھتے ہیں کہ ہم نے خدا تعالیٰ کی راہ میں چندہ دیا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں کئی گنا بڑھا کر لوٹا دیا۔ اس بارے میں کئی دفعہ مَیں مختلف واقعات بھی بیان کر چکا ہوں۔ اللہ تعالیٰ تو غنی ہے اور بے نیاز ہے، اُس کو ہمارے پیسے کی ضرورت نہیں۔ اصل میں تو ہمیں پاک کرنے کے لئے ہمارے اطاعت کے معیار دیکھنے کے لئے، ہمیں تقویٰ کی راہوں کی تلاش کرتا دیکھنے کے لئے، ہمارے مال کی قربانی کے دعویٰ کے معیار کو دیکھنے کے لئے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اُس کی راہ میں خرچ کرو، اُس کے دین

کے پھیلانے کے لئے، بڑھانے کے لئے خرچ کرو۔

پس ہر احمدی کو اس روح کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ہم چندہ کیوں دیتے ہیں؟ اگر کسی سیکرٹری مال یا صدر جماعت کو خوش کرنے کے لئے، یا اُس سے جان چھڑانے کے لئے چندہ دیتے ہیں تو ایسے چندے کا کوئی فائدہ نہیں۔ بہتر ہے نہ دیا کریں۔ اگر دوسرے کے مقابل پر آ کر صرف مقابلے کی غرض سے بڑھ کر چندہ دیتے ہیں تو اس کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔ غرض کہ کوئی بھی ایسی وجہ جو خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے علاوہ چندہ دینے کی ہو، وہ خدا تعالیٰ کے ہاں ردّ ہو سکتی ہے۔ پس چندہ دینے والے یہ سوچیں کہ خدا تعالیٰ کا اُن پر احسان ہے کہ اُن کو چندہ دینے کی توفیق دے رہا ہے، نہ کہ یہ احسان کسی شخص پر، اللہ تعالیٰ پر یا اللہ تعالیٰ کی جماعت پر ہے کہ وہ اُسے چندہ دے رہے ہیں۔ پس ہر چندہ دینے والے کو یہ سوچ رکھنی چاہئے کہ وہ چندے دے کر خدا تعالیٰ کے فضلوں کا وارث بننے کی کوشش کر رہا ہے۔ الٰہی جماعتوں کے لئے مالی قربانی انتہائی اہم چیز ہے۔ اس لئے مَیں نے تمام جماعتوں کو یہ کہا ہے کہ نومبائعین اور بچوں کو وقفِ جدید اور تحریکِ جدید میں زیادہ سے زیادہ شامل کرنے کی کوشش کریں، چاہے ایک پیسہ دے کر کوئی شامل ہوتا ہو، تا کہ اُنہیں عادت پڑے اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو سمیٹنے والے ہوں۔

چندوں کی اہمیت کے بارے میں ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’دنیا میں انسان مال سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے، اسی واسطے علم تعبیر الرّؤیا میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص دیکھے کہ اُس نے جگر نکال کر کسی کو دیا ہے تو اُس سے مراد مال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حقیقی اتّقاء اور ایمان کے حصول کے لئے فرمایا: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۔(آل عمران:93) حقیقی نیکی کو ہرگز نہ پاؤ گے جب تک تم عزیز ترین چیز نہ خرچ کرو گے کیونکہ مخلوقِ الٰہی کے ساتھ ہمدردی اور سلوک کا ایک بڑا حصہ مال کے خرچ کرنے کی ضرورت بتلاتا ہے اور ابنائے جنس اور مخلوقِ خدا کی ہمدردی ایک ایسی شے ہے جو ایمان کا دوسرا جزو ہے جس کے بدُوں ایمان کامل اور راسخ نہیں ہوتا۔ جبتک انسان ایثار نہ کرے دوسرے کو نفع کیونکر پہنچا سکتا ہے۔ دوسرے کی نفع رسانی اور ہمدردی کے لئے ایثار ضروری شے ہے اور اس آیت میں لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ میں اسی ایثار کی تعلیم اور ہدایت فرمائی گئی ہے۔ پس مال کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا بھی انسان کی سعادت اور تقویٰ شعاری کا معیار اور محک ہے۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ کی زندگی میں للّٰہی وقف کا معیار اور محک وہ تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ضرورت بیان کی اور کُل اثاث البیت لے کر حاضر ہو گئے‘‘۔ (ملفوظات جلد1 صفحہ367، 368 ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پس سیکرٹریانِ مال کو اس طریق پر افرادِ جماعت کی تربیت کی ضرورت ہے کہ جب مالی قربانی ہو تو تقویٰ اور ایمان پختہ ہوتا ہے۔ اسی طرح مربیان کو بھی اس بارے میں جب بھی موقع ملے نصیحت کرنی چاہئے۔ اس کے لئے مسلسل توجہ کی ضرورت ہے۔ پس ہر سطح پر سیکرٹریانِ مال کو فعّال ہونے کی ضرورت ہے۔ سیکرٹریانِ مال کا کام ہے کہ اپنی ذمہ داری نبھائیں اور ہر فرد تک اُن کی ذاتی approach ہو۔ یہ نہیں کہ ذیلی تنظیموں کے سپرد کر دیا جائے کہ ذیلی تنظیمیں اس میں مدد کریں۔ ذیلی تنظیمیں صرف اس حد تک مدد کریں گی کہ وہ اپنے ممبران کو تلقین کریں۔ اس سے زیادہ سیکرٹریانِ مال کی مدد ذیلی تنظیم کا کام نہیں ہے۔ ذیلی تنظیمیں اپنے ممبران کو توجہ دلا سکتی ہیں کہ سیکرٹریانِ مال سے تعاون کریں اور چندے کی روح کو سمجھیں۔ بہر حال چندے کی روح کو سمجھانا تو ذیلی تنظیموں کا کام ہے۔ لیکن سیکرٹریانِ مال اس بات سے بری الذمہ نہیں ہو جاتے کہ ہم نے ذیلی تنظیموں کو کہا تو انہوں نے ہماری مدد نہیں کی۔ یہ ذمہ داری اُن کی ہے اور اُنہی کو نبھانی پڑے گی۔ سیکرٹریانِ مال کا کام ہے کہ ہر مقامی سطح پر، ہر گھر تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ اب تو فون ہیں، دوسرے ذریعے ہیں، سواریاں ہیں۔ یہاں یورپ میں تو اور بھی زیادہ بڑے وسائل ہیں۔ پاکستان میں ایسے سیکرٹریانِ مال بھی تھے جو دن کو اپنا کام کرتے تھے اور پھر شام کے وقت کام ختم کر کے رات کو گھروں میں پھرتے تھے۔ بڑے شہر ہیں، کراچی ہے لاہور ہے سائیکل پر سوار ہیں، ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہے ہیں اور نصیحت کر رہے ہیں، اس طرف توجہ دلا رہے ہیں۔ تو یہاں تو اب بہت ساری سہولتیں آپ کو میسر ہیں اور پھر بھی کام نہیں کرتے۔ بلکہ بعض سیکرٹریانِ مال کی یہاں بھی مجھے شکایات پہنچی ہیں کہ اُن کے اپنے چندے معیاری نہیں ہیں۔ اگر اپنے چندے معیاری نہیں ہوں گے تو دوسروں کو کیا تلقین کر سکتے ہیں۔ اور پیار اور نرمی سے یہ کام کرنے والا ہے۔ مالی قربانی کی اہمیت واضح کریں۔ بعض سخت ہو جاتے ہیں۔ ایک دفعہ کوئی انکار کرتا

ہے تو دوسری دفعہ جائیں، تیسری دفعہ جائیں، چوتھی دفعہ جائیں لیکن ماتھے پر بل نہیں آنا چاہئے۔ دینے والے بھی یہ یاد رکھیں کہ کسی شخص کو یہ زُعم نہیں ہونا چاہئے کہ شاید اُس کے چندے سے نظامِ جماعت چل رہا ہے اور اس لئے سیکرٹری مال بار بار اُس کے پاس آتا ہے۔

یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ کبھی مالی تنگی نہیں آئے گی اور کام چلتے رہیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ ہاں آپ کو فکر تھی تو اس بات کی تھی کہ مال کا خرچ جو ہے وہ صحیح رنگ میں ہوتا ہے کہ نہیں؟ (ماخوذ از رسالہ الوصیت روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 319) اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ کوشش کی جاتی ہے کہ خرچ حتی الوسع صحیح طریقے پر ہو۔ بعض جگہ خرچ میں لاپرواہی ہو تو توجہ بھی دلائی جاتی ہے۔ جماعت میں آڈٹ کا نظام بھی اس لئے قائم ہے۔ اور پھر یہ امیر جماعت کی بھی ذمہ داری ہے کہ اخراجات پر گہری نظر رکھے۔ یہ نہیں کہ جو بل آیا اُس کو ضرور پاس کر دینا ہے۔ آڈٹ کے نظام کو فعال کرے اور اس طرح فعال کرے کہ آڈیٹر کو آزادی ہو کہ جس طرح وہ کام کرنا چاہتا ہے اپنی مرضی سے کرے۔ اُس کو پورے اختیار دیئے جائیں۔ خرچ کے بارے میں مَیں بتا دوں کہ ایم ٹی اے کا ایک بہت بڑا خرچ ہے اور ایم ٹی اے کے لئے مدّ تربیت کے لحاظ سے علیحدہ تحریک بھی کی جاتی ہے۔ گو کہ اب اخراجات اتنے زیادہ ہو چکے ہیں کہ صرف اُتنی رقم سے تو ایم ٹی اے کے خرچ نہیں چل سکتے۔ تو جو جماعت کا باقی مجموعی بجٹ ہے اُس میں سے بھی رقم خرچ کی جاتی ہے کیونکہ ساری دنیا میں ایم ٹی اے کے لئے ہمارے چار پانچ سیٹلائٹ کام کر رہے ہیں۔ تو اس طرف بھی توجہ کی ضرورت ہے۔ لوگوں کو توجہ کرنی چاہئے۔ اگر جلسے کے دوسرے دن کی تقریر کو غور سے سنیں، جو یہاں یوکے (UK) میں مَیں کرتا ہوں تو ہر ایک کو پتہ چل جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کے پیسے میں کتنی برکت ڈالی ہوئی ہے اور کس طرح کام کی وسعت ہو رہی ہے اور کس طرح کام کا پھیلاؤ ہو چکا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر سال اس پیسے کو کتنے پھل لگا رہا ہے اور کس طرح لگا رہا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ سب اخراجات احبابِ جماعت کی مالی قربانیوں سے ہوتے ہیں۔

اس کے علاوہ بعض انتظامی باتوں کی طرف بھی میں آج توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ جیسا کہ مَیں نے ذکر کیا ہے کہ خلیفۂ وقت کے خطبات کا سننا بھی بہت ضروری ہے۔ یا دوسری باتیں جو مختلف وقتوں میں کی جاتی ہیں اُن پر غور کرنا اور نوٹ کرنا بڑا ضروری ہے۔ عہدیدار جہاں احبابِ جماعت کو یہ توجہ دلائیں وہاں عہدیداران خود بھی اس طرف توجہ دیں۔ امیر جماعت کا خاص طور پر یہ کام ہے کہ خطبات میں اگر کوئی ہدایت دی گئی ہے اور اگر کوئی تربیت کا پہلو ہے تو فوراً اُسے نوٹ کریں اور صدرانِ جماعت کو سرکلر کریں۔ اور پھر باقاعدگی سے اس کی نگرانی ہو کہ کس حد تک اُس پر عمل ہو رہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بعض اور جماعتیں بھی یہ کرتی ہوں لیکن رپورٹ کا جہاں تک تعلق ہے ابھی تک صرف امریکہ کی جماعت کے امیر ہیں جو باقاعدگی سے یہ نوٹ کرتے ہیں اور پھر سرکلر بھی کرتے ہیں اور کوئی بھی بات جب دیکھیں کہ خطبہ میں کی گئی ہے، کوئی ہدایت دی گئی ہے تو آگے پہنچاتے ہیں۔ اور باقیوں کو بھی چاہئے کہ اس پر عمل کریں۔ یوکے (UK) تو ایک چھوٹا سا ملک ہے۔ اگر اس بارے میں یہاں صحیح رنگ میں کام کیا جائے تو سب جماعتوں سے بڑھ کر یہاں بہترین نتائج نکل سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ مرکز سے یا میری طرف سے مختلف ہدایات جو جاتی ہیں وہ بھی آپ کا کام ہے کہ فوری طور پر جماعتوں کو پہنچائی جائیں اور پھر اُس کا follow up بھی کیا جائے، feed back بھی لی جائے۔

اسی طرح نیشنل امیر جماعت ریجنل امیر بنا کر صرف اس بات پر نہ بیٹھ جائیں کہ ریجنل امیر کام کر رہے ہیں اور تمام کام کا انحصار انہی پر ہو، یہ نہیں ہونا چاہئے، صحیح طریق نہیں ہے۔ اس سے جو بات اَب تک میری نظر میں آئی ہے یہ ہے کہ ملکی مرکز اور جماعتوں میں دُوری پیدا ہو رہی ہے، بلکہ یہ احساس پیدا ہو رہا ہے کہ ہم مرکز تک یعنی ملکی مرکز تک براہِ راست نہیں پہنچ سکتے۔ یہ احساس بھی ختم کرنے کی ضرورت ہے۔ اس لئے یہاں بھی اور دوسری جگہ بھی امیر جماعت اس بات کی پابندی کریں کہ سال میں کم از کم دو مرتبہ صدران کے ساتھ میٹنگ ہو اور کام اور ترقی کی رفتار کا جائزہ لیا جائے اور جو صدران باوجود توجہ دلانے کے کام نہیں کرتے اُن کی رپورٹ مجھے بھجوائیں۔

اسی طرح سیکرٹریانِ مال، سیکرٹریانِ تربیت، سیکرٹریانِ تبلیغ بھی ہیں۔ اگر دو نہیں تو سال میں کم از کم ایک میٹنگ ان کے ساتھ ضروری ہونی چاہئے اور ان کے کاموں کا جائزہ لیں۔ اگر یہ سیکرٹریان فعال ہو جائیں تو باقی شعبوں کے سیکرٹریان ہیں، یا باقی شعبوں کے جو بہت سارے مسائل ہیں وہ بھی خود بخود حل

ہو جائیں گے۔

پس آج سے نیشنل امیر اپنے پروگرام بنائیں کہ ہر جماعت تک انہوں نے کس طرح پہنچ کر جماعتی نظام کو فعّال کرنا ہے۔ یوکے (UK) اور چھوٹے ممالک جو ہیں اُن میں تو یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ مرکز میں اور کسی بھی ریجن میں میٹنگ کے لئے جمع کیا جاسکتا ہے۔ جو بڑے ممالک ہیں، امریکہ کینیڈا وغیرہ ہے، وہ اس سلسلہ میں اپنا کوئی ایسا لائحہ عمل بنائیں کہ کس طرح وہ ذاتی رابطہ ہر سطح کی جماعت کو فعال بنانے کے لئے کر سکتے ہیں۔

ایک اور اہم بات جو پہلے بھی مَیں کئی مرتبہ کہہ چکا ہوں یہ ہے کہ افرادِ جماعت سے پیار اور نرمی کا سلوک کریں۔ یوکے (UK) شوریٰ پر جو مَیں نے باتیں کی تھیں، یوکے شوریٰ کا مختصر سا خطاب تھا، وہ ہر عہدیدار تک پہنچنا چاہئے۔ تبشیر اس بارے میں انتظام کرے اور ہر جگہ یہ پہنچا دیں۔

انتظامی امور میں ایک اور بات یہ کہنی چاہتا ہوں کہ عہدیدار اپنے اپنے شعبہ کے قواعد کے بارے میں ضرور پڑھیں۔ قواعد میں ہر ایک شعبہ کو پتہ ہونا چاہئے کہ اُس کے کیا فرائض ہیں؟ کیا اختیارات ہیں؟

ایک ہدایت نیشنل امیر کے لئے ہے کہ وہ ریجنل امیر کو جو کام اور اختیارات دیں اُس کے بارے میں مرکز کو بھی لکھیں اور بتائیں۔ اس پر کم از کم میرا خیال ہے کہ کہیں بھی عمل نہیں ہو رہا۔ کیونکہ کبھی ایسا خط مجھے نہیں آیا کہ ہم نے فلاں ریجن میں امیر مقرر کئے ہیں اور اُن کے یہ یہ اختیارات ہیں۔ اس پر قاعدہ نمبر 177 لکھا ہوا ہے اور بڑا واضح ہے۔ اب اس بارے میں توجہ کی ضرورت ہے۔ امراء خاص طور پر قواعد کی کتاب میں سے 215 سے 220 تک جو قواعد ہیں وہ ضرور پڑھیں اور خاص طور پر جب کسی معاملہ میں فیصلہ کرنا ہو تو ان کو ذہن میں رکھیں اور ان پر عمل کریں۔

اسی تعلق میں مبلغین کو بھی میں یاددہانی کروانا چاہتا ہوں کہ وہ بھی اپنی ذمہ داریوں کو ادا کریں اور ایک ذمہ داری اُن کی یہ بھی ہے کہ جماعتوں میں قرآنِ کریم پڑھانے کا انتظام کریں۔ خود اگر کبھی دورے پر ہوں تو ایسے استاد تیار کریں جو بچوں اور قرآنِ کریم ناظرہ نہ جاننے والوں کو قرآنِ کریم پڑھا سکیں اور یہ کلاسیں باقاعدگی سے ہونی چاہئیں۔ یہ نہیں کہ ہفتہ میں ایک دن ہو گئی یا ہفتہ میں دو دن ہو گئی۔ مغرب یا عشاء کے وقت جب بھی وقت ہو پڑھائیں۔ اگر مربیان اور مبلغین دورے پر نہ ہوں اور خود موجود ہوں تو جو اُن کے سینٹر ہیں وہاں یہ کلاسیں لیں۔ کئی شکایات آ رہی ہیں کہ ہمارے بچوں کو قرآنِ کریم پڑھانے والا کوئی نہیں اور ہمیں مجبوراً بعض دفعہ غیر احمدیوں کے پاس جانا پڑتا ہے۔ اسی طرح جن کو قاعدہ پڑھانے کی ضرورت ہے، اُنہیں قاعدہ پڑھائیں۔ اس طرح بھی بچوں کو آپ لوگ مسجد سے attach کریں گے، مرکز سے attach کریں گے تو تربیتی لحاظ سے بھی یہ چیز بڑی مفید ہو گی اور قرآنِ کریم کے پڑھانے کا جو فائدہ ہے وہ تو ظاہر و باہر ہے ہی۔

مبلغین کے لئے یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ عموماً تین چار سال بعد اُن کا تبادلہ ہوتا ہے۔ اگر اس سے پہلے بھی ضرورت ہو تو جس ملک میں ہوں وہیں اسی جگہ ہو جاتا ہے۔ اگر اس طرح کی کبھی صورتحال پیدا ہو تو بعض ملکوں سے ہمیں یہ شکایت ہے کہ اُن کو بڑا انقباض ہوتا ہے۔ ایسے تبادلوں کو بخوشی تسلیم کرنا چاہئے۔ اللہ کے فضل سے یہاں یوکے (UK) کے مبلغین میں یہ بات ابھی تک میرے علم میں نہیں آئی۔

یہ بھی اہم بات یاد رکھیں کہ اگر کسی عہدیدار یا اگر امیر کو بھی کسی بات کی طرف توجہ دلانے کی ضرورت ہو مثلاً اگر کوئی ایسا معاملہ ہے جو جماعتی روایت کے خلاف ہے یا جس میں کوئی شرعی روک ہے تو ادب کے دائرے میں اور نرمی کے ساتھ توجہ دلائیں۔ اگر بات نہ مانی جائے اور جماعتی نقصان ہو رہا ہو یا شرعی حکم ٹوٹ رہا ہو تو پھر مجھے اطلاع کر دیں۔ کسی قسم کی آپس میں بحث اور ایک ضد بازی نہیں شروع ہو جانی چاہئے۔ کیونکہ یہ پھر نظامِ جماعت میں تفرقہ ڈالنے کا موجب بنتی ہے۔ بیشک مَیں نے ایک دفعہ کہا تھا کہ مربیان دینی مسائل میں امراء کو توجہ دلا سکتے ہیں لیکن اس کے لئے اس قاعدے کی بھی پابندی کرنی ضروری ہے یا ایسے اخلاق کی بھی پابندی کرنی ضروری ہے کہ احسن طریق پر اور بغیر کسی ایسے ماحول کو پیدا کئے جس سے جماعتی نظام متاثر ہو رہا ہو، یہ نصیحت کی جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حقیقی احمدی بننے اور اپنی ذمہ داریاں نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

ابھی نمازِ جمعہ کے بعد مَیں ایک جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا جو عزیزہ ثانیہ خان کا ہے جو آصف خان صاحب سیکرٹری امورِ خارجہ کینیڈا کی اہلیہ تھیں۔ 6/اگست 2013ء کو 38 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

یہ لبنانی نژاد کینیڈین خاتون تھیں۔ 1998ء میں انہوں نے احمدیت قبول کی۔ بڑی فعال داعی الی اللہ تھیں۔تبلیغ کا بڑا شوق تھا۔نیشنل سیکرٹری تبلیغ لجنہ اماءاللہ کینیڈا کے علاوہ مختلف حیثیتوں سے لوکل اور نیشنل لیول پر جماعتی خدمت کی ان کو توفیق ملی۔ ایم ٹی اے کینیڈا کی مستقل ممبر تھیں۔ میڈیا پر بھی اسلام اور احمدیت کا پیغام پہنچانے کے لئے ہمیشہ مستعد رہتی تھیں۔اس مقصد کے لئے آپ نے کینیڈا کے طول وعرض کے علاوہ امریکہ کا سفر بھی اختیار کیا۔اپنا مؤقف ہر فورم پر بڑی خوبصورتی اور نہایت مؤثر انداز میں پیش کیا کرتی تھیں۔ پیشے کے لحاظ سے ایک ٹیچر تھیں اور ابھی حال ہی میں اُن کی تقرری وائس پرنسپل کے طور پر بھی ہوئی تھی۔طلباء میں انسانی قدریں پیدا کرنے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتی تھیں۔ٹیچر کی حیثیت سے کئی ایوارڈ حاصل کئے۔خلافت کے ساتھ ان کا بڑا محبت اور وفا کا تعلق تھا۔ ہر تحریک پر لبیک کہنے والی تھیں۔ پردہ کی پابند اور خدمتِ خلق کے جذبہ سے سرشار۔اپنے اعضاء بھی انہوں نے وفات کے بعد donate کرنے کی وصیت کی ہوئی تھی۔غریبوں کی بڑی ہمدرد، بیوی بھی مثالی، ماں بھی مثالی، ہر رشتہ کو خوبصورتی سے نبھانے والی تھیں۔ پاکستانی سے شادی ہوئی تھی لیکن انہوں نے غیر معمولی طور پر اپنے آپ کو adjust کیا۔ اسلامی اقدار کی محافظ، بڑی مخلص خاتون تھیں۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ان کی تین بچیاں ہیں جو وقفِ نو میں شامل ہیں۔ان کا حلقہ کافی وسیع تھا۔وہاں صوبے کی جو خاتون وزیرِ اعلیٰ ہے وہ بھی ان کے جنازے پر آئی ہوئی تھیں۔ممبران پارلیمنٹ آئے ہوئے تھے۔ ممبر، کونسلر، سکول کے اساتذہ، طلباء، غیروں کی بھی بڑی کثیر تعداد تھی۔ بڑی مشہور اور ہر دلعزیز تھیں۔ چھوٹے بڑے ہر ایک سے میں نے ان کی تعریف سنی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے اور ان کی بچیوں کو بھی اور خاوند کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔

اعزاز

ڈاکٹر مجیب الرحمٰن ملک، ورجینیا سے لکھتے ہیں کہ:

الحمد للہ خاکسار کے داماد عزیز طاہر احمد سلمہ ابن مکرم عبدالباری صاحب نیشنل سیکرٹری وقفِ جدید کینیڈا، نے یونیورسٹی آف کیلگری کینیڈا سے قانون کی اعلیٰ ڈگری جیورس ڈاکٹر حاصل کرنے اور البرٹا بار کونسل کے لائسنس کا امتحان پاس کرنے کے بعد بطور اٹارنی ایٹ لاء پریکٹس شروع کرتے ہوئے Parlee McLaws Firm کو جوائن کیا ہے، الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔عزیزم طاہر احمد حضرت ملک سیف الرحمٰن مفتی سلسلہ عالیہ احمدیہ اور محترمہ امتہ الرشید شوکت مرحومہ(سابق ایڈیٹر ماہنامہ مصباح، ربوہ) کا نواسہ اور محترم چودھری غلام محمد صاحب مرحوم آف پھیرو چیچی نزد قادیان کا پوتا ہے۔

عزیزم موصوف نے امسال مئی 2013ء میں بیت الرحمٰن وینکوور کے افتتاح کے موقع پر حضور انور کے دستِ مبارک سے ایکڈیمک ایوارڈ بھی حاصل کیا ہے۔اور حضور نے سٹیج پر دریافت فرمایا' کیا بنے ہو؟ انہوں نے جواباً کہا حضور وکیل بن گیا ہوں۔حضور نے دعا دی اور فرمایا ماشاءاللہ، خوب کام کرو۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور حضور انور کی دعاؤں کا کرشمہ ہے کہ موصوف نے اس میدان میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ جون 2005ء میں جب حضور انور مسجد النور کیلگری کے سنگِ بنیاد کیلئے کیلگری تشریف لائے تو حضور کی موجودگی میں محترم مولانا نسیم مہدی صاحب نے عزیز طاہر کا نکاح پڑھا۔ ایجاب وقبول کے بعد حضورِ انور نے ازراہِ شفقت عزیز طاہر احمد سے دریافت فرمایا۔آپ کیا کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا میں ایک وکیل کے دفتر میں کام کرتا ہوں۔حضور انور نے دریافت فرمایا آپ وکیل ہیں؟ انہوں نے عرض کیا حضور میں وکیل نہیں ہوں۔حضور انور نے اس پر فرمایا پھر وکیل کب بن رہے ہو؟ عرض کیا حضور دعا فرمائیں۔ بعدۂ عزیز نے ستمبر 2005ء میں یونیورسٹی آف کیلگری میں داخلہ لیا جہاں سے بیچلر ڈگری اعلیٰ نمبروں سے حاصل کی اور دورانِ تعلیم موصوف ڈین لسٹ میں رہا۔پھر اس کے بعد اسی یونیورسٹی سے لاء میں جیورس ڈاکٹر کی ڈگری حاصل کی۔گزشتہ برس یونیورسٹی میں منعقدہ وکلاء کے درمیان ایک ڈیبیٹ کے مقابلہ میں بہترین ڈیبیٹر قرار پاکر اوّل انعام حاصل کیا۔

عزیزم اپنی لوکل جماعت میں بطور سیکرٹری امور خارجہ خدمت کی توفیق پا رہا ہے۔احباب کی خدمت میں مزید کامیابیوں کیلئے عاجزانہ درخواستِ دُعا ہے۔

صاحبزادی امتہ الرشید صاحبہ کا بیان فرمودہ ایک یادگار واقعہ

امتہ الباری ناصر

نوٹ: یادگار واقعہ بیان کرنے سے پہلے تمہیداً عرض ہے کہ یہ واقعہ خاکسار کی کتاب ''زندہ درخت'' سے لیا گیا ہے جو قریباً دو سال پہلے شائع ہوئی تھی۔

حضرت مصلح موعودؓ کی صاحبزادی محترمہ بی بی امتہ الرشید صاحبہ کی زبان سے اپنے والدین کا ذکرِ خیر سُن کر بے حد خوشی ہوتی ہے۔ جب بھی آپ سے ملاقات ہو یا فون پر بات ہو آپ انتہائی گرمجوشی اور محبت سے بات کرتی ہیں۔ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ خاصہ ہے کہ ہر ایک اُن سے مل کر یہ سمجھتا ہے کہ یہ ہم سے خاص محبت کرتے ہیں۔ بی بی کے انداز میں محبت بھری شفقت اور دل موہ لینے والی مسکراہٹ میں اپنائیت کا انداز خوش کر دیتا ہے۔ آپ جب بھی ملتی ہیں میرے والدین خاص طور پر امی جان کا ذکر خیر کرتی ہیں اور یہ احساس دلاتی ہیں کہ ہمیشہ اپنے ماں باپ کے لئے دعا کیا کرو اُنہوں نے جن قربانیوں اور پُر وقار صبر سے تم لوگوں کو پالا ہے وہ ہم نے دیکھا ہے۔ آپ فرماتی ہیں باری! میں تمہیں دعا میں کبھی نہیں بھولتی مجھے تم سے تین وجہ سے پیار ہے۔ ایک تو تمہاری امی کی قربانیاں اور دعائیں یاد آتی ہیں دوسرے تم بہار والوں میں بیاہی گئی ہو اور تیسرے لکھتی لکھاتی رہتی ہو۔

امی جان کے ذکر میں ایک واقعہ خاص طور پر یاد کرتی ہیں جو میرے بھتیجے عزیزم آصف محمود باسط صاحب کی درخواست پر آپ نے ہمارے لئے تحریر فرمایا۔ خاکسار اپنے سارے خاندان کی طرف سے صاحبزادی صاحبہ کے شکریہ کے ساتھ یہ تحریر کتاب کی زینت بنا رہی ہے۔

''بھائی عبدالرحیم صاحب درویش مرحوم کی بیگم صاحبہ نہایت ہی دین دار نیک اور پرخلوص خاتون تھیں۔ بہت ہی محبت کرنے والی، بہت ہی کم گو تھیں لیکن جب ملتیں مسکراتے ہوئے چہرے سے ملتیں۔ عجیب سی معصومیت تھی اُن کے چہرے پر جو میں کبھی نہیں بھول سکتی مجھے تو زیادہ تر قادیان میں ہی اُن سے ملنے کا موقع ملا کیونکہ جمعہ کی نماز کا مستورات کا انتظام ہمارے گھر کی نچلی منزل میں ہوتا تھا اور پھر ہفتہ کے دن صبح قرآنِ کریم کا درس بھی حضرت فضل عمر وہیں پر دیتے تھے۔ وہ ہمیشہ بغیر ناغہ کے جمعہ کی نماز اور درس میں شریک ہونے کے لئے آتیں ویسے وہ گھر سے شاید بہت ہی کم نکلتی تھیں۔ ان کی زندگی کا مقصد اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت ہی تھا اُنہوں نے اپنے بچوں کی تربیت نہایت ہی اعلیٰ رنگ میں کی۔

تقسیم ملک کے بعد اُن کے شوہر محترم تو قادیان میں درویش ہو گئے اور وہ بچوں کو لے کر ربوہ آ گئیں۔ یہ وقت اُن کیلئے ہر طرح سے صبر آزما تھا چھوٹے بچے لے کر ایک عورت کیلئے اکیلے رہ کر تعلیم و تربیت کرنا کس قدر مشکل تھا یہ وہی جانتے ہیں جن کو ان حالات سے گزرنا پڑے۔ اتنا بڑا بوجھ ایک عورت کے کمزور کندھوں پر پڑ گیا لیکن یہ وقت بھی اُنہوں نے نہایت صبر اور حیرت انگیز دانش مندی سے گزارا۔ لڑکیوں کو اعلیٰ تعلیم دلوائی اور ساتھ ساتھ دینی تعلیم بھی پھر خدمتِ دین کا جذبہ اور دینی غیرت بھی ان کے اندر پیدا کی۔ اس پر بس نہیں کی بلکہ اپنی بچیوں کو گھر کا سلیقہ بھی خوب سکھایا۔ پھر شادی بیاہ کا بوجھ اُن پر ہی تھا ہر بچی کی شادی دین کو دُنیا پر مقدم رکھنے کے اصول پر کی۔ ماشاء اللہ اُن کی سب بچیاں اپنے اپنے گھروں میں خوش ہیں دین بھی ہے اور دُنیا بھی۔ بہت خوش ہوتی ہوں ان کی بچیوں سے مل کر۔ ماشاء اللہ وہ بھی اپنی والدہ کی تربیت کے نتیجہ میں اپنے بچوں کی ویسی ہی تعلیم و تربیت کر رہی ہیں اور خود بھی دینی کاموں میں پیش پیش ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو اور اُن کی قیامت تک کی نسلوں کو خادمِ دین اور سلسلہ عالیہ احمدیہ سے وابستہ رکھے۔

اس مختصر سی تمہید کے بعد میں اصل واقعہ کی طرف آتی ہوں یہ واقعہ میرے بہت ہی

بچپن سے تعلق رکھتا ہے میں بہت چھوٹی تھی اور نیا نیا سکول جانا شروع ہوئی تھی۔ ایک دن آدھی چھٹی کے وقت ہم سب لڑکیاں باہر کھڑی تھیں وہ بہت ہی سستا زمانہ تھا۔ بہت سی بچیوں کے والدین اپنی بچیوں کو ہر روز خرچ کے لئے ایک پیسہ دو پیسے دیتے تھے۔ کئی لڑکیاں صبح ناشتہ کے بغیر ہی جلدی میں سکول آجاتیں۔ اس طرح ایک لڑکی صبح ناشتہ کے بغیر ہی گھر سے سکول آگئی اور پیسے لانا بھی شاید بھول گئی۔ اُس کے ساتھ ایک لڑکی کھڑی تھی جو ایک پیسے کے چنے خرید کر کھا رہی تھی اُس لڑکی کو ساتھ کی لڑکی نے کہا جو پیسے نہیں لائی تھی کہ تمہارے پاس دو پیسے تھے ایک پیسے کے تم نے چنے لے لئے ایک پیسہ جو تمہارے پاس ہے مجھے دے دو میں پیسے لانا بھول گئی ہوں۔ وہ انکار کر رہی تھی کہ میں نہیں دے سکتی وہ لڑکی منت کرنے لگی کہ میں ناشتہ بھی نہیں کر کے آئی مجھے بھوک لگ رہی ہے میں کل تمہیں یہ پیسہ لا کر دے دوں گی جب وہ کسی طرح بھی رضامند نہ ہوئی تو اُس نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ آپ سفارش کر دیں مجھے بھوک لگی ہے میں کل لا دوں گی مجھے اُس لڑکی پر ترس آ گیا میں نے کہا دے دو یہ کل لا دے گی۔ میرے کہنے پر اُس لڑکی نے اُسے پیسہ دے دیا۔ وہ لڑکی ہر روز ہی جب دوسری لڑکی سے اپنا پیسہ مانگتی تو وہ کوئی نہ کوئی بہانہ بنا دیتی اس طرح ہفتوں گزر گئے۔ وہ لڑکی ہر روز مجھے بھی کہتی کہ آپ نے اس کی سفارش کی تھی۔ اُن دنوں ہم بچوں کو اتنی چھوٹی عمر میں ہاتھ میں سوائے عید وغیرہ کے پیسے نہیں ملتے تھے۔ جس چیز کی ہم خواہش کرتے وہ منگوا دی جاتی تھی۔ آخر ایک دن اُس لڑکی نے مجھے کہا کہ اگر فلاں دن تک پیسہ نہ دیا تو میں حضور کو تمہاری شکایت کر دوں گی۔ میں سخت گھبرائی اور بے حد پریشان ہوئی کہ سیّدنا ابا جان کو معلوم ہو گیا تو آپ کو اس بات کی سخت تکلیف ہو گی کیونکہ میں جانتی تھی کہ سیّدنا ابا جان کو قرض لینا برداشت ہی نہیں اور قرض لینے سے سخت نفرت تھی۔ تو میں نے رو رو کر نماز میں دعائیں شروع کر دیں اور بہت پریشان رہنے لگی۔ آپا جان سیّدہ اُمّ طاہر صاحبہ مجھے پریشان دیکھتیں اور نماز میں رو رو کر دعائیں کرتے دیکھ کر پریشان ہو جاتیں اور مجھ سے پوچھتیں کہ کیا تکلیف ہے مجھے بتاؤ لیکن مجھ پر اتنا خوف طاری تھا کہ میں اُن کو کبھی نہ بتاتی صرف اس لئے کہ اُن کو بھی بہت تکلیف ہو گی اس بات سے کہ اس نے اس لڑکی کو قرض کیوں دلوایا اور یہ ذمہ داری کیوں لی۔ اور پھر وہ لڑکی جس نے بطور قرض کے پیسہ دیا تھا وہ مجھ سے کہنے لگی کہ اب تو میں ایک پیسہ نہیں لوں گی بلکہ چار آنے لوں گی اگر چار آنے نہیں دو گی تو میں حضور کو شکایت کر دوں گی۔ پھر تو کچھ نہ پوچھئے کہ میں نے کس طرح رو رو کر بلک بلک کر دعائیں کیں کہ یا اللہ تو میری مدد کر ایک دن میں سکول جانے کیلئے اپنے کمرہ میں تیار ہو رہی تھی کہ بھائی عبدالرحیم صاحب درویش کی بیگم صاحبہ میرے کمرہ میں آئیں اور مجھے ایک چونی دینے لگیں میں نے انکار کیا کہ سیّدنا ابا جان نے ہمیں کسی سے بھی کوئی بھی چیز لینے سے سختی سے منع کیا ہوا ہے۔ اس پر وہ کہنے لگیں یہ میں نہیں دے رہی آپ کی امی نے آپ کو بھیجی ہے میں نے حیران ہو کر اُن کی طرف دیکھا اور کہا

میری امی نے؟ یہ کیا کہہ رہی ہیں؟

اس پر اُنہوں نے مجھے بتایا کہ آج رات میں نے خواب دیکھا کہ آپ کی امی بی بی امتہ الحیٔ میرے پاس آئیں اور مجھے ایک چونّی دے کر کہنے لگیں کہ یہ میری بیٹی امتہ الرشید کو دے دینا وہ بہت پریشان ہے۔ میں نے وہ چونی لے کر اپنے سرہانے کے نیچے رکھ لی اور میری آنکھ کھل گئی مجھے یقین تھا سچ مُچ وہ چونی مجھے دے گئی ہیں۔ میں نے تکیہ دیکھا اپنا بستر جھاڑا لیکن وہاں پر کچھ بھی نہیں تھا نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر ہر روز کے معمول کے مطابق میں اپنے کمرہ میں جھاڑو دینے لگی اور دروازے کی دہلیز پر پہنچی تو وہاں پر ایک چونی پڑی تھی اور میں وہ لے کر اُسی وقت آپ کے پاس آ گئی ہوں کیونکہ یہ میری نہیں یقیناً یہ وہی چونی ہے جو آپ کی امّی آپ کیلئے دے گئی تھیں۔ میں نے وہ چونی لے لی اور اُس لڑکی کو جا کر دے دی اور اس طرح اپنی جان چھڑوائی۔

میرا ایمان ہے کہ یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ مجھ میں دعاؤں کا ذوق پیدا ہو اور قبولیت دُعا پر میرا ایمان اور یقین ہمیشہ کیلئے قائم ہو جائے اور یہ کہ جو کچھ مانگنا ہے اللہ تعالیٰ سے مانگو وہ ناممکن کو ممکن میں بدل دینے والا ہے۔

اس واقعہ کے چند دن بعد ہی ہمیں بھی روز کے دو پیسے اور جمعے کے دن ایک آنہ ملنے لگ گیا۔ بہت دن کے بعد یہ واقعہ میں نے آپا جان سیّدہ اُمِ طاہر اور سیّدنا ابا جان کو بھی بتا دیا۔ وہ بھی اس بات پر بہت خوش ہوئے کہ تم نے بہت اچھا کیا جو اپنے مولا سے مانگا اور بندوں کی طرف رجوع نہیں کیا۔"

(امتہ الرشید بنت سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ، بحوالہ زندہ درخت صفحات 281-285)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جذبۂ خدمتِ اسلام

تقریر جلسہ سالانہ برطانیہ 2013

مولانا عطاء المجیب راشد صاحب۔ امام مسجد فضل لندن

قل انّ صلاتی ونسکی و مَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ
لِلّٰہ رَبِّ العَالَمِین ۔
(سورۃالانعام 6:163)

سورۃ الانعام کی جس آیت کی تلاوت کی گئی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ "ان کو کہہ دے کہ میری نماز اور میری پرستش میں جِدّ وجُہد اور میری قربانیاں اور میرا زندہ رہنا اور میرا مرنا سب خدا کے لئے اور اس کی راہ میں ہے۔ وہی خدا جو تمام عالموں کا رب ہے"

(ترجمہ از آئینہ کمالات اسلام ۔روحانی خزائن جلد5صفحہ 162)

اس آیت کریمہ میں ہمارے محبوب آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کا وہ بلند ترین مقامِ فنا فی اللہ بیان کیا گیا جو عدیم المثال ہے۔ آنحضور ﷺ کی مقدس زندگی کا ایسا دلربا نقشہ بیان کیا گیا ہے جو ہر جہت سے لاثانی اور بےنظیر ہے۔ اس دورآخرین میں اللہ تعالیٰ نے رسول پاک ﷺ کے روحانی فرزند جلیل اور آپ ؐ کے عاشق صادق کو یہ سعادت اور توفیق عطا فرمائی کہ وہ کلیۃً اپنے آقا ﷺ کے رنگ میں رنگین ہوگیا اور کچھ ایسا فنا ہوا کہ اس ماہتابِ ہدایت نے اپنے وجود میں آفتابِ ہدایت کا ایک کامل اور حسین عکس پیدا کرلیا۔ غلامِ صادق ؑ کا وجود آقائے نامدار ﷺ کا ظلِّ کامل بن گیا۔ اُس کی زندگی آقائے دوجہان ﷺ کی غلامی میں قدم بقدم چلتی ہوئی اس آیت کریمہ کی ایک جیتی جاگتی تصویر بن گئی۔ اسی تصویر کی ایک جھلک دکھانا میری آج کی تقریر کا موضوع ہے۔ عنوان ہے:

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جذبۂ خدمتِ اسلام"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ساری زندگی میں اسوۂ محمدیؐ کے عکسِ تام کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوسکتا ہے کہ یہی آیت کریمہ تجدید کے رنگ میں حضرت مسیح موعودؑ پر بھی الہاماً نازل ہوئی اور خدائے علیم وخبیر نے خود اس بات کی شہادت دی۔

(تذکرہ صفحہ573، الھام 9 مارچ 1906)

حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی نظر میں خدمت اسلام کی عظمت کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ جب 1889 میں آپ نے اللہ تعالیٰ کے اذن سے جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی اور سلسلۂ بیعت کا آغاز فرمایا تو بیعت کی شرائط میں اس بات کو بطور خاص شامل کیا کہ ہر بیعت کنندہ اس بات کا عہد کرے کہ وہ

’’دین اور دین کی عزت اور ہمدردیٔ اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور ہر یک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 337)

ایک دردمند دل کی کیفیت

19ویں صدی کے آخر میں سارا ملکِ ہندوستان عیسائیت کی بھرپور یلغار کی زد میں تھا۔ ہر طرف عیسائیت کی تبلیغی سرگرمیوں کا زور تھا۔ مسلمان بالکل بے دست وپا تھے اور عیسائیوں کی یلغار، حکومت کی پشت پناہی اور مال و دولت کے بل بوتے پر، اُن کو خس وخاشاک کی طرح بہائے لئے جارہی تھی۔ اس کیفیت کو دیکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں جو درد اٹھا اور جس طرح خدمتِ اسلام کا بے پناہ جذبہ ابھرا، اُس کیفیت کا کچھ اندازہ آپ کی اس دردبھری تحریر سے کیا جاسکتا ہے۔ آپ نے فرمایا:

’’کیا یہ سچ نہیں کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس ملکِ ہند میں ایک لاکھ کے قریب لوگوں نے عیسائی مذہب اختیار کرلیا۔ اور چھ کروڑ اور کسی قدر زیادہ اسلام کے

مخالف کتابیں تالیف ہوئیں اور بڑے بڑے شریف خاندانوں کے لوگ اپنے پاک مذہب کو کھو بیٹھے یہانتک کہ وہ جو آلِ رسول کہلاتے تھے وہ عیسائیت کا جامہ پہن کر دشمنِ رسول بن گئے اور اس قدر بدگوئی اور اہانت اور دشنام دہی کی کتابیں نبی کریم ﷺ کے حق میں چھاپی گئیں اور شائع کی گئیں کہ جن کے سننے سے بدن پر لرزہ پڑتا اور دل رو رو کر یہ گواہی دیتا ہے کہ اگر یہ لوگ ہمارے بچوں کو ہماری آنکھوں کے سامنے قتل کرتے اور ہمارے جانی اور دلی عزیزوں کو جو دنیا کے عزیز ہیں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے اور ہمیں بڑی ذلت سے جان سے مارتے اور ہمارے تمام اموال پر قبضہ کر لیتے تو واللہ ثم واللہ ہمیں رنج نہ ہوتا اور اس قدر کبھی دل نہ دکھتا جو ان گالیوں اور اُس توہین سے جو ہمارے رسول کریم ﷺ کی کی گئی، دُکھا۔"

(آئینہ کمالات اسلام ۔ روحانی خزائن جلد 5صفحہ 51-52)

اسلام کی حالتِ زار پر قلبی کرب

اسلام کی اس حالتِ زار پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سینہ میں جو تلاطم برپا تھا اس کا کچھ اندازہ آپ کے اشعار سے بھی ہوتا ہے۔ ایک فارسی شعر میں آپؑ فرماتے ہیں:

ایں دو فکرِ دینِ احمد مغز و جانِ ما گداخت
کثرتِ اعدائے ملّت، قلّتِ انصارِ دیں

دشمنانِ دین کی کثرت اور دینِ احمد کے مددگاروں کی قلت، یہ دو فکریں ہیں جنہوں نے ہمارے دل و دماغ کو گداز کر دیا ہے۔

پھر فرماتے ہیں:

میرے آنسو اس غمِ دلسوز سے تھمتے نہیں
دیں کا گھر ویران ہے دنیا کے ہیں عالی منار
دن چڑھا ہے دشمنانِ دیں کا ہم پر رات ہے
اے مرے سورج نکل باہر کہ میں ہوں بے قرار
دل نکل جاتا ہے قابو سے یہ مشکل دیکھ کر
اے مری جاں کی پناہ فوجِ ملائک کو اتار

یہی وہ درد وکرب تھا جو آپ کو راتوں کو بے قرار رکھتا اور آپ اسلام کی فتح اور غلبہ کے لئے ماہئی بے آب کی طرح تڑپتے اور خدائے قادر و قیوم کے آستانہ پر اپنی بے تاب دعاؤں کے ساتھ جھک جاتے۔ عرض کرتے

دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعفِ دینِ مصطفٰے
مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب و کامگار
اے مرے پیارے مجھے اس سیلِ غم سے کر رہا
ورنہ ہو جائے گی جاں اس درد سے تجھ پر نثار

اس دیں کی شان و شوکت یا ربّ مجھے دکھا دے
سب جھوٹے دیں مٹادے میری دُعا یہی ہے

ان دلدوز کیفیات سے گزرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری کرتے ہوئے حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے خدمتِ اسلام کا عَلَم بلند کیا اور اسی جذبہ سے سرشار ہو کر زندگی کے آخری سانس تک اس کو سر بلند کئے رکھا۔

خدمتِ اسلام کا عظیم ترین مقصد

خدمتِ اسلام کا عظیم ترین مقصد اور ذریعہ دنیا کو خالقِ حقیقی سے آگاہ کرنا اور اس کی محبت میں فنا کرنا ہے۔ یہ جذبہ جس شدت کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں پایا جاتا تھا اس کو اپنے لفظوں میں بیان کرنے کی بجائے میں مسیح پاک علیہ السلام کے مقدس الفاظ میں بیان کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:

"میری ہمدردی کے جوش کا اصل محرک یہ ہے کہ میں نے ایک سونے کی کان نکالی ہے اور مجھے جواہرات کے معدن پر اطلاع ہوئی ہے اور مجھے خوش قسمتی سے ایک چمکتا ہوا اور بے بہا ہیرا اِس کان سے ملا ہے۔ اور اِس کی اِس قدر قیمت ہے کہ اگر میں اپنے ان تمام بنی نوع بھائیوں میں وہ قیمت تقسیم کروں تو سب کے سب اُس شخص سے زیادہ دولتمند ہو جائیں گے جس کے پاس آج دنیا میں سب سے بڑھ کر سونا اور چاندی ہے۔ وہ ہیرا کیا ہے؟ سچا خدا۔ اور اس کو حاصل کرنا یہ ہے کہ اس کو پہچاننا۔ اور سچا ایمان اُس پر لانا اور سچی محبت کے ساتھ اُس سے تعلق پیدا کرنا اور سچی برکات اُس سے پانا۔ پس اِس قدر دولت پا کر سخت ظلم ہے کہ میں بنی نوع کو اس سے محروم رکھوں اور وہ بھوکے مریں اور میں عیش کروں۔ یہ مجھ سے ہرگز نہیں ہوگا۔ میرا دل اُن کے فقر و فاقہ کو دیکھ کر

کباب ہوجاتا ہے۔ان کی تاریکی اور تنگ گزرانی پر میری جان گھٹتی جاتی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آسمانی مال سے اُن کے گھر بھر جائیں اور سچائی اور یقین کے جواہران کواتنے ملیں کہ ان کے دامنِ استعداد پُر ہو جائیں۔''

(اربعین ،روحانی خزائن جلد 17۔صفحہ345-344)

اپنے ذاتی تجربہ اور وجدان کی بنیاد پر آپ نے کس درد اور بے پناہ جذبہ سے دنیا کو خدا تعالیٰ کے آستانے کی طرف بلایا، وہ بیان سننے سے تعلق رکھتا ہے۔آپ نے فرمایا:

''ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذّات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اُس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اُس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگر چہ جان دینے سے ملے۔ اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگر چہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کے طرف دوڑو۔کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اِس خوشخبری کو دلوں میں بٹھادوں۔کس دف سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لیں۔اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کیلئے لوگوں کے کان کھلیں۔''

(کشتی نوح،روحانی خزائن جلد19۔صفحہ21-22)

اس ارشاد کے ایک ایک لفظ سے خدمتِ اسلام کا جذبہ جس شان سے چھلکتا ہے وہ کسی وضاحت کا محتاج نہیں۔

آپ کا جذبۂ خدمت اسلام۔خود اپنے الفاظ میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں جس قدر خدمتِ اسلام کی تڑپ تھی اور جس طرح یہ لگن آپ کو لگی ہوئی تھی اس کی حدو بست کا اندازہ کرنا انسانی فکر وفہم کے بس میں نہیں۔خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اپنی طبیعت میں فطرتی عاجزی اور انکساری کے بے پناہ جذبہ کے سبب اپنے جذبات و احساسات کے اظہار میں حد درجہ اخفاء اور احتیاط سے کام لیتے تھے لیکن یہ جذبۂ خدمتِ اسلام تو آپ کے رگ و ریشہ میں اس گہرائی تک سرایت کر چکا تھا کہ وہ آپ کے حرف حرف اور زندگی کی ہر ادا سے چھلک چھلک پڑتا تھا۔ وقت کی رعایت سے صرف چند ارشادات و واقعات پیش کرتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''میں اُس مولیٰ کریم کا اِس وجہ سے بھی شکر کرتا ہوں کہ اُس نے ایمانی جوش اسلام کی اشاعت میں مجھ کو اِس قدر بخشا ہے کہ اگر اِس راہ میں مجھے اپنی جان بھی فدا کرنی پڑے تو میرے پر یہ کام بفضلہٖ تعالیٰ کچھ بھاری نہیں۔۔۔اُسی کے فضل سے مجھ کو یہ عاشقانہ روح ملی ہے کہ دکھ اٹھا کر بھی اُس کے دین کے لئے خدمت بجالاؤں اور اسلامی مہمات کو بشوق وصدق تمام تر انجام دوں۔ اِس کام پر اُس نے آپ مجھے مامور کیا ہے اب کسی کے کہنے سے مَیں رُک نہیں سکتا۔۔۔اور چاہتا ہوں کہ میری ساری زندگی اسی خدمت میں صرف ہو اور درحقیقت خوش اور مبارک زندگی وہی زندگی ہے جو الٰہی دین کی خدمت اور اشاعت میں بسر ہو۔''

(آئینہ کمالات اسلام ، روحانی خزائن جلد 5صفحہ 36-35)

پھر آپ فرماتے ہیں اور کس درد سے فرماتے ہیں:

''ہمارے اختیار میں ہو تو ہم فقیروں کی طرح گھر بہ گھر پھر کر خدا تعالیٰ کے سچے دین کی اشاعت کریں اور اِس ہلاک کرنے والے شرک اور کفر سے جو دنیا میں پھیلا ہوا ہے،لوگوں کو بچالیں۔اگر خدا تعالیٰ ہمیں انگریزی زبان سکھا دے تو ہم خود پھر کر اور دورہ کر کے تبلیغ کریں اور اسی تبلیغ میں زندگی ختم کر دیں خواہ مارے ہی جاویں۔''

(ملفوظات جلد 3 صفحہ291–292)

خدمت دین کے لئے زندگی وقف کرنے کا جوش جس قدر آپؑ میں پایا جاتا تھا۔ ذرا اس کا اندازہ لگائیے۔فرمایا:

''اِس وقف کے لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ جوش عطا فرمایا ہے کہ اگر مجھے یہ بھی کہہ دیا جاوے کہ اِس وقف میں کوئی ثواب اور فائدہ نہیں ہے بلکہ تکلیف اور دکھ ہوگا تب بھی میں اسلام کی خدمت سے رک نہیں سکتا''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 100)

پھر اسی تسلسل میں آپ اپنے جذبات کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں۔فرمایا:

''میں خود جو اِس راہ کا پورا تجربہ کار ہوں اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور فیض سے میں نے اِس راحت اور لذّت سے حظ اٹھایا ہے۔یہی آرزو رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں زندگی وقف کرنے کے لئے اگر مر کے پھر زندہ ہوں اور

پھر مَروں اور زندہ ہوں تو ہر بار میرا شوق ایک لذّت کے ساتھ بڑھتا ہی جاوے''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 99-100)

حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے ایک بزرگ صحابی حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی روایت کرتے ہیں کہ ایک موقعہ پرآپؑ نے فرمایا:

'' میرا تو خیال ہے کہ پاخانہ پیشاب پر بھی مجھے افسوس آتا ہے کہ اتنا وقت ضائع ہوجاتا ہے۔ یہ بھی کسی دینی کام میں لگ جائے۔ اور فرمایا۔ کوئی مشغولی اور تصرف جو دینی کاموں میں حارج ہو اور وقت کا کوئی حصہ لے، مجھے سخت ناگوار ہے۔ اور فرمایا: جب کوئی دینی ضروری کام آپڑے تو میں اپنے اوپر کھانا پینا اور سونا حرام کرلیتا ہوں، جب تک وہ کام نہ ہوجائے۔ فرمایا: ہم دین کے لئے ہیں اور دین کی خاطر زندگی بسر کرتے ہیں۔ بس دین کی راہ میں ہمیں کوئی روک نہ ہونی چاہیئے۔''

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام از مولانا عبدالکریم سیالکوٹی صاحب صفحہ 28)

جذبۂ خدمتِ اسلام کے بارہ میں گواہیاں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک اور بزرگ صحابی حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ اپنا لمبا اور قریبی مشاہدہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ فرمایا:

'' حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فطرت میں تبلیغِ اسلام کا جوش اس قدر تھا کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ بعض اوقات مجھے خطرہ ہوتا ہے کہ اس جوش سے میرا دماغ نہ پھٹ جاوے''

(حیاتِ احمد از یعقوب علی عرفانیؓ جلد اول حصہ دوم صفحہ 150)

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی روایت کرتے ہیں کہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے ایک موقع پر فرمایا:

'' میرے دماغ میں اسلام کی حالت اور عیسائیوں کے حملوں کو دیکھ دیکھ کر اس قدر جوش اٹھتا ہے کہ بعض وقت مجھے خطرہ ہوتا ہے کہ دماغ پھٹ جائے گا''

(الحکم 7تا14فروری 1923صفحہ8)

مرزا سلطان احمد صاحب کی گواہی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بڑے بیٹے مرزا سلطان احمد صاحب کا بیان ہے کہ

'' شرک کے خلاف حضرت کو اس قدر جوش تھا کہ اگر ساری دنیا کا جوش ایک پلڑے میں اور حضرت کا جوش دوسرے پلڑے میں ہو تو آپ کا پلڑا بھاری ہوگا''

(تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 115-114)

ایک ہندو کا اعتراف

حضرت یعقوب علی عرفانیؓ اپنی کتاب حیات احمد میں لکھتے ہیں:

'' حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور لالہ ملاوامل صاحب کی ملاقات اور تعلقات میں جو بات بدیہی طور پر نظر آتی ہے وہ تبلیغِ اسلام ہی ہے۔ سب سے پہلی ملاقات اور محض ناواقفیت کی ملاقات اور اس میں بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ آپ نے تبلیغ ہی شروع کردی۔ لالہ ملاوامل صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے یہ سمجھا کہ شاید مسلمانوں کے ہاں عشاء کی نماز سے پہلے کسی دوسرے کو تبلیغِ اسلام کرنا ایک ضروری فرض ہے کیونکہ مرزا صاحب نے نماز سے پہلے اس کام کو ضروری سمجھا''

(حیاتِ احمد از یعقوب علی عرفانی صاحبؓ جلد اول حصہ دوم صفحہ 149)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تبلیغ کس قدر عزیز تھی اور کس طرح ہر وقت اس طرف توجہ رہتی تھی۔ اس کا اندازہ مکرم مولوی عبدالقادر صاحبؓ مرحوم لدھیانوی کی بیٹی صفیہ بیگم صاحبہ کی روایت سے ہوتا ہے۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ:

'' ایک دفعہ میرے والد صاحب نے مجھے بھیجا کہ جاکر حضرت صاحب سے عرض کرو کہ اب میں کیا کروں۔ میں گئی۔ حضور اقدس صحن میں کھٹولی پر پاؤں لٹکائے بیٹھے تھے۔ مولوی محمد احسن صاحب مرحوم پاؤں دبا رہے تھے۔ میں نے جاکر والد صاحب کی طرف سے کہا۔ آپؑ نے فرمایا'' حضرت مولوی صاحب سے کہو کہ باہر جاویں تبلیغ کے لئے''۔ میں نے آکر والد صاحب کو کہہ دیا۔ والد صاحب ہنسے اور بہت خوش ہوئے۔ فرماتے تھے۔ اللہ! اللہ! حضرت صاحب کو تبلیغ سب کاموں سے پیاری ہے اور میرے دل میں بھی تبلیغ

کا بہت شوق ہے''

(سیرت المہدی حصہ پنجم صفحہ309)

اس جذبۂ خدمتِ اسلام کا ایک خوبصورت اظہار اس وقت ہوا جب 1885 میں آپ کے ایک فدائی اور عاشق حضرت صوفی احمد جان صاحب لدھیانوی سفرِ حج پر جانے لگے تو حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے ایک دلگداز دعا ان کو لکھ کر دی کہ وہ حضور کی طرف سے یہ دعا خانۂ کعبہ میں اور میدان عرفات میں بطور خاص کریں۔ اس میں لکھا کہ

''اے ارحم الراحمین جس کام کی اشاعت کے لئے تو نے مجھے مامور کیا ہے اور جس خدمت کے لئے تو نے میرے دل میں جوش ڈالا ہے اس کو اپنے ہی فضل سے انجام تک پہنچا اور اس عاجز کے ہاتھ سے حجّتِ اسلام مخالفین پر اور ان سب پر جو اَب تک اسلام کی خوبیوں سے بے خبر ہیں پوری کر''۔

(تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ265)

خدمتِ دین میں انہماک

خدمتِ دین میں غیر معمولی محویت اور انہماک کا ایک واقعہ حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی رضی اللہ عنہ کی زبانی سنئے۔ لکھتے ہیں:

''میں نے دیکھا کہ حضرت اقدس نازک سے نازک مضمون لکھ رہے ہیں یہاں تک کہ عربی زبان میں بے مثل فصیح کتابیں لکھ رہے ہیں اور پاس ہنگامۂ قیامت برپا ہے۔ بے تمیز بچے اور سادہ عورتیں جھگڑ رہی ہیں ۔۔۔ مگر حضرت یوں لکھے جا رہے ہیں اور کام میں یوں مستغرق ہیں کہ گویا خلوت میں بیٹھے ہیں ۔۔۔ میں نے ایک دفعہ پوچھا۔ اتنے شور میں حضور کو لکھنے میں یا سوچنے میں ذرا بھی تشویش نہیں ہوتی۔ مسکرا کر فرمایا:

''میں سنتا ہی نہیں! تشویش کیا ہو اور کیونکر ہو''

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 23)

خدمتِ دین کرنے والوں کی قدردانی

حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے جذبۂ خدمتِ اسلام کا اندازہ اس بظاہر معمولی لیکن بہت پُر معارف بات سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ خدمتِ دین کرنے والوں کے بارہ میں آپ کا انداز کیسا دلربا تھا۔ حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی صاحب فرماتے ہیں کہ

''کوئی دوست کوئی خدمت کرے۔ کوئی شعر بنالائے کوئی شعر تائیدِ حق پر لکھے آپؑ بڑی قدر کرتے ہیں اور بہت ہی خوش ہوتے ہیں اور بارہا فرماتے ہیں کہ اگر کوئی تائیدِ دین کے لئے ایک لفظ نکال کر ہمیں دے تو ہمیں موتیوں اور اشرفیوں کی جھولی سے بھی زیادہ بیش قیمت معلوم ہوتا ہے۔ اصل قبلۂ ہمت آپ کا، دین اور خدمتِ دین ہی ہے''

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 50)

دو صحابہ کی گواہیاں

حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے ایک بزرگ صحابی حضرت پیر سراج الحق نعمانیؓ کو حضور کے قرب میں رہنے کا خوب موقع ملا۔ جذبۂ خدمتِ اسلام کے حوالہ سے وہ اپنے تاثرات لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

''آپ اکثر سوتے کم تھے اور بہت کم لیٹتے تھے اور رات اور دن کا زیادہ حصہ مخالفوں کے ردّ اور اسلام کی خوبیاں اور آنحضرت ﷺ کے ثبوتِ رسالت و نبوت اور قرآن شریف کے منجانب اللہ ہونے کے دلائل اور توحید باری تعالیٰ اور ہستی باری تعالیٰ کے بارہ میں لکھنے میں گزرتا تھا اور اس سے جو وقت بچتا تو دعاؤں میں خرچ ہوتا۔ دعاؤں کی حالت میں نے آپ کی دیکھی ہے کہ ایسے اضطراب اور ایسی بے قراری سے دعا کرتے تھے کہ آپ کی حالت متغیر ہو جاتی۔ اور بعض وقت اسہال ہو جاتے اور دورانِ سر ہو جاتا''

(تذکرۃ المہدی حصہ اول صفحہ 11)

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی بیان کرتے ہیں کہ ایک موقعہ پر حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے اسلام کی غیرت کے حوالہ سے اپنے جذبات کی کیفیت کچھ اس طرح بیان کی کہ

''میری جائیداد کا تباہ ہونا اور میرے بچوں کا آنکھوں کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے ہونا مجھ پر آسان ہے بہ نسبت دین کی ہتک اور استخفاف کے دیکھنے اور اس پر صبر کرنے کے''

(سیرت مسیح موعودؑ صفحہ61)

پھر مزید فرماتے ہیں کہ

''جن دنوں میں وہ موذی اور خبیث کتاب ''امہات المومنین''، جس میں بجز دل آزاری، اور کوئی معقول بات نہیں، چھپ کر آئی۔ اس قدر صدمہ اس کو دیکھنے سے آپ کو ہوا کہ فرمایا:

''ہمارا آرام تلخ ہو گیا ہے''

(سیرت مسیح موعودؑ صفحہ 61)

واقعات کی دنیا میں

خدمتِ اسلام کا یہ بے پناہ فدائیانہ جذبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صرف لفظی اظہار اور اعلان نہ تھا بلکہ آپ کی ساری حیاتِ مطہرہ شروع سے لے کر آخر تک گواہ ہے کہ آپ نے اپنی ساری زندگی اسلام کی راہ میں قربان کر دی۔ یہی آپ کی تمنا اور دلی آرزو تھی۔ آپ کیا خوب فرماتے ہیں:

جانم فدا شود برہِ دینِ مصطفیٰؐ
ایں است کامِ دل اگر آید میسرم

کہ میری جان محمد مصطفیٰؐ کے دین کی راہ پر فدا ہو جائے۔ یہی میرے دل کا مدعا ہے۔ اے کاش کہ یہ بات میسر آ جائے۔

آیئے ایک بار پھر واقعات کی دنیا میں اتر کر جذبۂ خدمتِ اسلام کے حوالہ سے چند اور واقعات پر نظر کرتے ہیں۔

☆ حضرت مولوی فتح دین صاحب دھرم کوٹیؓ حضور کے ابتدائی زمانہ کے متعلق بیان فرماتے ہیں:۔

''میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور اکثر حاضر ہوا کرتا تھا اور کئی مرتبہ حضور کے پاس ہی رات کو بھی قیام کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ آدھی رات کے قریب حضرت صاحب بہت بے قراری سے تڑپ رہے ہیں اور ایک کونہ سے دوسرے کونہ کی طرف تڑپتے ہوئے چلے جاتے ہیں جیسے کہ ماہی بے آب تڑپتی ہے یا کوئی مریض شدتِ درد کی وجہ سے تڑپ رہا ہوتا ہے۔ میں اِس حالت کو دیکھ کر سخت ڈر گیا اور بہت فکر مند ہوا اور دل میں کچھ ایسا خوف طاری ہوا کہ اُس وقت میں پریشانی میں ہی مبہوت لیٹا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ حالت جاتی رہی۔ صبح میں نے اِس واقعہ کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ذکر کیا کہ رات کو میری آنکھوں نے اِس قسم کا نظارہ دیکھا ہے کیا حضور کو کوئی تکلیف تھی یا درد گردہ وغیرہ کا دورہ تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''میاں فتح دین! کیا تم اُس وقت جاگتے تھے؟ اصل بات یہ ہے کہ جس وقت ہمیں اسلام کی مہم یاد آتی ہے اور جو جو مصیبتیں اِس وقت اسلام پر آ رہی ہیں اُن کا خیال آتا ہے تو ہماری طبیعت سخت بے چین ہو جاتی ہے اور یہ اسلام ہی کا درد ہے جو ہمیں اِس طرح بے قرار کر دیتا ہے۔''

(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ 29)

جذبۂ خدمتِ اسلام کی ایک مثال

ابتدائی زمانہ کی بات ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ خبر ملی کہ بٹالہ کے ایک مولوی قدرت اللہ نامی نے اسلام چھوڑ کر عیسائیت اختیار کر لی ہے۔ آپ کو اس خبر سے دلی صدمہ ہوا۔ آپ نے منشی نبی بخش صاحب کو جو یہ خبر لے کر آئے تھے تاکیدی ارشاد فرمایا کہ پُرحکمت انداز میں ہر ممکن کوشش کریں کہ کسی طرح مولوی صاحب واپس اسلام میں آ جائیں۔ آپ نے اس سلسلہ میں انہیں تفصیلی ہدایات بھی دیں اور فرمایا کہ اگر میری ضرورت ہوئی تو میں خود بھی جانے کو تیار ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اسلام سے کسی کا مرتد ہو جانا ایک بڑا امر ہے جس کو سرسری نہیں سمجھنا چاہیئے۔ آپ نے منشی نبی بخش صاحب کو فرمایا کہ تم جا کر اس سلسلہ میں بھرپور کوشش کرو۔ میں دعا کروں گا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بالآخر اللہ تعالیٰ کے فضل سے مولوی قدرت اللہ صاحب واپس اسلام میں آ گئے جس سے حضرت اقدس کو بے حد خوشی ہوئی۔

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ114)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب اسلام اور ناموس رسالت کے دفاع میں قلمی جہاد کا آغاز فرمایا تو پھر آپ نے قلم کے ہتھیار کو اس وقت تک نہ رکھا جب تک اِس جہاد کو نقطۂ کمال تک نہ پہنچا دیا۔ یہ جہاد آپ نے جس جانفشانی سے سرانجام دیا اِس سے آپ کا جذبۂ خدمتِ اسلام پوری طرح روشن ہو کر سامنے آ جاتا ہے۔

حضرت پیر سراج الحق نعمانیؓ فرماتے ہیں:

''ایک روز کا ذکر ہے کہ قصیدہ اعجاز احمدی آپ لکھ رہے تھے۔۔۔۔ مجھے بھی بلوایا اور فرمایا کہ تم کاپی لکھوتا کہ جلدی یہ قصیدہ چھپ جائے اور فرمایا کہ کاپی

ہمارے پاس بیٹھ کر لکھو میں نے عرض کیا بہت اچھا۔ آپ ایسا جلدی قصیدہ تصنیف کرتے تھے اور مجھے دیتے جاتے تھے کہ میں ابھی مضمون ختم نہیں کر سکتا تھا جو آپ اور مضمون دے دیتے تھے۔ رات کے گیارہ بج گئے آپ کے لئے کھانا آیا۔ فرمایا شام سے تو تم یہیں لکھ رہے ہو کھانا نہیں کھایا ہوگا آؤ ہم تم ساتھ کھائیں۔ ہمیں تو اسلام کی خوبیاں اور قرآن شریف کے منجانب اللہ ہونے کے دلائل دینے اور ثبوتِ نبوتِ محمد ﷺ میں یہاں تک استیلا اور غلبہ ہے کہ ہمیں نہ کھانا اچھا لگتا ہے نہ پانی نہ نیند۔ جب بھوک اور نیند کا سخت غلبہ ہوتا ہے تو ہم کھاتے ہیں یا سوتے ہیں۔''

(تذکرۃ المہدی حصہ اول صفحہ 16)

حضرت منشی ظفر احمد کپورتھلویؓ بیان کرتے ہیں کہ

''لدھیانہ کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ سر درد کا دورہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس قدر سخت ہوا کہ ہاتھ پیر برف کی مانند سرد ہو گئے۔ میں نے ہاتھ لگا کر دیکھا تو نبض بہت کمزور ہو گئی تھی۔ آپ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ اسلام پر کوئی اعتراض یاد ہو تو اس کا جواب دینے سے میرے بدن میں گرمی آ جائے گی اور دورہ موقوف ہو جائے گا۔ میں نے عرض کی کہ حضور اس وقت تو مجھے کوئی اعتراض یاد نہیں آتا۔ فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کی نعت میں سے کچھ اشعار آپ کو یاد ہوں تو پڑھیں۔ میں نے براہین احمدیہ کی نظم ''اے خدا! اے چارۂ آزارِ ما'' خوش الحانی سے پڑھنی شروع کر دی اور آپ کے بدن میں گرمی آنی شروع ہو گئی۔ پھر آپ لیٹے رہے اور سنتے رہے۔ پھر مجھے ایک اعتراض یاد آ گیا۔۔۔ جب میں نے یہ اعتراض سنایا تو حضور کو جوش آ گیا اور فوراً بیٹھ گئے اور بڑے زور کی تقریر جواباً کی۔ اور بہت سے لوگ بھی آ گئے۔ اور دورہ ہٹ گیا۔''

(سیرت المہدی جلد چہارم صفحہ 38-39، اصحاب احمد جلد چہارم صفحہ 145-146)

حضرت منشی صاحب ایک اور واقعہ بیان کرتے ہیں کہ

''ایک دفعہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام لدھیانہ میں قیام پذیر تھے. میں اور محمد خان مرحوم ڈاکٹر صادق علی صاحب کو لے کر لدھیانہ گئے۔ (ڈاکٹر صاحب کپورتھلہ کے رئیس اور علماء میں سے شمار ہوتے تھے) کچھ عرصہ کے بعد حضور مہندی لگوانے لگے۔ اس وقت ایک آریہ آ گیا۔ جو ایم۔اے تھا۔ اس نے کوئی اعتراض اسلام پر کیا۔ حضرت صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے فرمایا۔ آپ ان سے ذرا گفتگو کریں تو میں مہندی لگوا لوں۔ ڈاکٹر صاحب جواب دینے لگے۔ مگر اس آریہ نے جو جوابی تقریر کی تو ڈاکٹر صاحب خاموش ہو گئے۔ حضرت صاحب نے یہ دیکھ کر فوراً مہندی لگوانی چھوڑ دی اور اسے جواب دینا شروع کیا اور وہی تقریر کی جو ڈاکٹر صاحب نے کی تھی مگر اُس تقریر کو ایسے رنگ میں بیان فرمایا کہ وہ آریہ حضور کے آگے سجدہ میں گر پڑا۔ حضور نے ہاتھ سے اُسے اٹھایا۔ پھر وہ دونوں ہاتھوں سے سلام کر کے پچھلے پیروں ہٹتا ہوا واپس چلا گیا''۔

(سیرت المہدی جلد چہارم صفحہ36)

ایک اور بزرگ صحابی حضرت پیر منظور محمد صاحبؓ کی روایت ہے کہ

''ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طبیعت اچھی نہ تھی۔ ڈوئنگے دالان کے صحن میں چارپائی پر لیٹے تھے اور لحاف اوپر لیا ہوا تھا۔ کسی نے کہا کہ ایک ہندو ڈاکٹر حضور سے ملنے آیا ہے۔ حضور نے اندر بلوا لیا۔ وہ آ کر چارپائی کے پاس کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کا رنگ نہایت سفید اور سرخ تھا۔ جنٹلمینی کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ طبیعت پوچھنے کے بعد شاید اِس خیال سے کہ حضور بیمار ہیں، جواب نہیں دے سکیں گے۔ مذہب کے بارہ میں اِس وقت جو چاہوں کہہ لوں، اس نے مذہبی ذکر چھیڑ دیا۔ حضور فوراً لحاف اتار کر اٹھ بیٹھے اور جواب دینا شروع کیا۔ یہ دیکھ کر اس نے کہا کہ میں پھر کبھی حاضر ہوں گا اور چلا گیا''

(سیرت المہدی جلد چہارم صفحہ134)

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ سخت گرمی کے موسم میں چند ایک خدام اندرون خانہ حضرت صاحبؑ کی خدمت میں حاضر تھے۔ مولوی عبدالکریم صاحبؓ مرحوم نے عرض کی کہ گرمی بہت ہے۔ یہاں ایک پنکھا لگا لینا چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ پنکھا تو لگ سکتا ہے اور پنکھا ہلانے والے کا بھی انتظام کیا جا سکتا ہے لیکن جب ٹھنڈی ہوا چلے گی تو بے اختیار نیند آنے لگے گی اور ہم سو جائیں گے تو یہ مضمون کیسے ختم ہوگا؟

ایک دفعہ جب سخت گرمی پڑی تو حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے ایک مضمون لکھا جس میں گرمی کا اظہار کرتے ہوئے اور گرمی کے سبب کام نہ کر سکنے کی

معذرت کرتے ہوئے یہ الفاظ بھی لکھ دیئے کہ ''گرمی ایسی سخت ہے کہ اِس کے سبب سے خدا کی مشین بھی بند ہوگئی ہے۔'' اس میں مولوی صاحب مرحوم نے اس امر کی طرف اشارہ کیا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی شدت گرمی کے سبب کام چھوڑ دیا ہے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ مضمون سنا تو آپ نے فرمایا کہ یہ تو غلط ہے ہم نے تو کام نہیں چھوڑا۔
ایک دفعہ کسی دوست نے عرض کی کہ گرمی بہت ہے حضور کسی پہاڑ پر تشریف لے چلیں۔ فرمایا:
ہمارا پہاڑ تو قادیان ہی ہے یہاں چندروز دھوپ تیز ہوتی ہے تو پھر بارش آجاتی ہے۔''

(ذکر حبیب صفحہ 126)

اسلام کی فتح کا بے پناہ جذبہ اور تمنا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سب سے بڑی دلی تمنا یہ تھی کہ ساری دنیا میں اسلام کا بول بالا اور غلبہ ہو۔ یہ سوچ اور فکر آپ کو ہمہ وقت دامنگیر رہتی۔ آپ کے اس بے تاب جذبہ کا اندازہ ایک دلچسپ روایت سے ہوتا ہے جو حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ ہے۔

آپ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس ایک کمرہ میں بیٹھے تھے۔ حضور ایک کتاب کی تصنیف میں مصروف تھے۔ دروازہ پر کسی شخص نے خوب زوردار دستک دی۔ آپ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ میں جا کر معلوم کروں کہ کون ہے اور کس غرض سے آیا ہے۔ میں نے دروازہ کھولا تو دستک دینے والے نے بتایا کہ مولوی سیّد محمد احسن صاحب امروہوی نے بھجوایا ہے کہ حضور کی خدمت میں یہ خوشخبری عرض کی جائے کہ آج فلاں شہر میں ان کا ایک غیر احمدی مولوی سے مناظرہ ہوا ہے اور انہوں نے اُس کو شکستِ فاش دی۔ اُس کو بہت رگیدا اور وہ مولوی بالکل لا جواب ہو گیا۔
حضرت مفتی صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے یہ سارا پیغام من وعن حضور کی خدمت میں عرض کیا تو حضور سن کر مسکرائے اور فرمایا کہ اُن کے اِس طرح زوردار دروازہ کھٹکھٹانے اور فتح کا اعلان کرنے سے میں سمجھا تھا کہ شاید وہ یہ خبر لائے ہیں کہ یورپ مسلمان ہو گیا ہے!

(بحوالہ سیرت المہدی حصہ اوّل صفحہ289۔290)

حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے اِس بے ساختہ اظہار سے پتہ لگتا ہے کہ حضور کو یورپ میں اسلام کے غالب آنے کا کتنا خیال تھا۔ آپ کے نزدیک گویا سب سے بڑی اور حقیقی خوشی یہی تھی کہ سارا یورپ حلقہ بگوشِ اسلام ہو جائے۔ خدائی بشارتوں کے مطابق آپ کو اِس بات پر محکم یقین تھا اِس کے لئے آپ نے دعائیں بھی کیں اور بھرپور مساعی بھی۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ مسیح پاک علیہ السلام کی یہ دلی خواہش اور تمنا جلد از جلد پوری ہو۔ اور سارا یورپ ہی نہیں بلکہ ساری دنیا احمدیت یعنی حقیقی اسلام قبول کرلے آمین۔

بیماری کی حالت میں بھی قلمی جہاد جاری

حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی ساری زندگی خدمتِ اسلام کی خاطر مسلسل جہاد سے عبارت تھی۔ یہ جذبہ آپ کی ساری زندگی میں جلوہ گر نظر آتا ہے۔ قلمی جہاد کا جو سلسلہ آپ نے ابتدائی زمانہ میں شروع فرمایا وہ زندگی کے آخری لمحات تک جاری رہا۔ ابتدائی زندگی میں مددگار تھوڑے تھے اور سہولیات بھی نہ ہونے کے برابر تھیں۔ اِن حالات میں آپ بسا اوقات بالکل یکا و تنہا ساری بھاگ دوڑ کرتے۔ خود مضمون لکھتے۔ خود اسے کاتب کے پاس لیجاتے۔ خود درستی کرواتے۔ اور خود ہی اشاعت کے لئے پریس لے کر جاتے اور یہ سب کچھ خدمتِ اسلام کے بے پناہ جذبہ سے سرانجام دیتے۔
ذرا تصور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ بزرگ فرستادہ اپنے گھر کے اندرونی صحن میں دفاعِ اسلام میں کتابیں لکھنے میں مصروف ہے۔ ایک دوات ایک طرف طاقچہ میں رکھی ہے اور دوسری دوسرے کنارے پر۔ چلتے چلتے کاغذ ہاتھ میں پکڑے مضمون لکھ رہے ہیں۔ قلم کی سیاہی کم ہو جاتی ہے تو دوات میں ڈبو لیتے ہیں۔ موسم کی سختی سے بے نیاز، سخت گرمی اور سخت سردی کی حالت میں بھی یہ جہاد جاری رہتا۔ صحت کی حالت میں بھی اور بیماری کی حالت میں بھی۔ آپ نے اپنی تصانیف کے بعض حصّے سخت بیماری کی حالت میں لکھے۔ اپنی آخری تصنیف پیغامِ صلح کا مضمون وفات سے صرف ایک روز قبل 25 مئی 1908 کی شام کو مکمل کیا جبکہ آپ کو اسہال کی شکایت تھی۔ طبیعت نڈھال تھی لیکن آپ نے اسی حالت میں جس حد تک ہو سکا مضمون مکمل کر کے کاتب کے سپرد کیا۔ اور پھر اپنے سفرِ آخرت کے لئے تیار ہو گئے۔ آپ کی زندگی کے آخری لمحات کا یہ نقشہ شاہد ہے کہ حضرت مسیح موعود

علیہ السلام کی ساری زندگی جذبہءخدمتِ اسلام سے بھر پور تھی۔

غلامِ صادق آقائے نامدار کے قدموں پر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے غیر معمولی جذبہ خدمتِ اسلام کا ایک شاندار ظہور اس وقت ہوا جب 1893 میں آپ نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب ''آئینہ کمالات اسلام'' تصنیف فرمائی۔ اس کتاب میں آپ نے التبلیغ کے نام سے عربی زبان میں ایک تفصیلی مکتوب فقراء اور مشائخ ہند کے نام لکھا۔ اس میں بطور خاص 23 صفحات پر محیط ایک خاص حصہ اُس زمانہ کی طاقتور ملکہ وکٹوریہ کے نام لکھا جس میں آپ نے اپنے آقائے نامدار کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ملکہ معظّمہ کو اُسی انداز اور الفاظ میں دعوتِ اسلام دی جو رسول پاک ﷺ نے اپنے زمانہ میں قیصرو کسریٰ کو لکھے تھے۔ آپ نے دیگر نصائح کے علاوہ یہ بھی فرمایا:

یا ملیکة الارض اسلمی تسلمین

کہ اے زمین کی ملکہ! تو مسلمان ہو جا۔ تُو اور تیری سلطنت محفوظ رہے گی۔ جس قوت اور شوکت سے آپ نے سلطنت برطانیہ کی ملکہ کو یہ پیغام حق دیا، وہ آپ کے دلی جذبات کا آئینہ دار ہے جو خدمت و اشاعت اسلام کے حوالہ سے آپ کے دل میں موجزن تھے۔ آپ کی اِس آوازِ حق کو یہ پذیرائی ملی کہ ملکہ وکٹوریہ نے حضرت اقدس کی خدمت میں شکریہ کا خط ارسال کیا اور خواہش کی کہ حضور اپنی دیگر تصانیف بھی ارسال فرمائیں۔

آپ کا یہ مجاہدانہ کارنامہ ایسا شاندار تھا کہ سابق ریاست بہاد پور کے ایک صاحبِ کشف بزرگ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب آف چاچڑاں شریف نے آپ کو زبردست خراجِ عقیدت پیش کیا اور لکھا کہ

''دینِ اسلام کی حمایت کے لیے آپ نے ایسی کمر ہمت باندھی ہے کہ ملکہ وکٹوریہ کو اسلام کا پیغام دیا ہے۔۔۔ آپ کی تمام تر سعی اور جدوجہد یہ ہے کہ ۔۔۔ اسلامی توحید قائم ہو جائے''

(تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 476،477)

اسی جذبہ تبلیغ اور خدمتِ اسلام کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 1897 میں ملکہ وکٹوریہ کی ساٹھ سالہ جوبلی کے موقع پر ایک رسالہ تحفہ قیصریہ کے نام سے لکھا جس میں ملکہ معظّمہ کو دوسری بار پُر جوش انداز میں دعوتِ اسلام دی۔ بعد ازاں 1899 میں ایک بار پھر اس پیغام حق کی یاددہانی کے طور پر رسالہ ''ستارہ قیصریہ'' تحریر فرمایا۔

یہ دونوں کتب آپ کے جوشِ تبلیغِ حق اور خدمتِ اسلام کا شاہکار ہیں۔ خدمتِ اسلام کا یہ نرالا انداز ایسا منفرد تھا کہ کسی اور مسلمان فرد یا ادارہ کو ایسی توفیق یا سعادت نہ مل سکی بلکہ اس کا خیال تک بھی نہ آیا۔

خدمت دین کی راہ میں ہر دکھ اٹھانے کو تیار

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جذبہء خدمتِ اسلام کا یہ پہلو کس قدر ایمان افروز ہے کہ ایک طرف تو آپ نے اس میدان میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا اور دشمنانِ اسلام کے مقابل پر ہر محاذ پر ایسا کامیاب دفاع کیا کہ آپ کی وفات پر جماعت کے حق گو مخالفین نے آپ کو ''اسلام کا ایک بہت بڑا پہلوان'' اور ''ایک فتح نصیب جرنیل'' کے القاب سے یاد کیا۔ اور تسلیم کیا کہ آپ نے ''ہندوستان سے لے کر ولایت تک کے پادریوں کو شکست دے دی''۔ دوسری طرف اس چومکھی لڑائی میں ہر دکھ اور تکلیف کو برداشت کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہتے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور حفاظت کا سایہ آپ کے سر پر تھا اگر چہ دشمنوں کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ کسی طرح مسیح موعود علیہ السلام کی ذلت اور رسوائی کی کوئی صورت بن سکے۔ بہت سے ایسے واقعات ہوئے جن میں معاملہ اس قدر نازک رنگ اختیار کر گیا کہ گویا قانونی گرفت کا آخری مرحلہ آگیا۔ لیکن جری اللہ فی حلل الانبیاء کا ردِّ عمل کیسا ایمان افروز تھا کہ وہ اسلام کی خاطر ہر تکلیف اور آزار کو قبول کرنے کو تیار نظر آتا ہے مگر ساتھ کے ساتھ خدائی تائید و نصرت پر کامل یقین بھی ہے اس کی ایک مثال عرض کرتا ہوں۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک موقع پر پولیس کا ایک افسر اچانک مسیح پاک علیہ السلام کے گھر کی تلاشی کے لئے آ گیا۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب کو جب یہ خبر ہوئی تو وہ سخت گھبراہٹ کی حالت میں بھاگتے ہوئے آئے اور مسیح پاک علیہ السلام کو بتایا کہ پولیس افسر وارنٹ گرفتاری اور ہتھکڑیوں کے ساتھ آ رہا ہے۔ حضرت صاحب اُس وقت کتاب نور القرآن تصنیف فرما رہے تھے۔ آپ نے سر اٹھا کر مسکراتے ہوئے نہایت اطمینان سے فرمایا:

''میر صاحب! لوگ دنیا کی خوشیوں میں چاندی سونے کے کنگن پہنا کرتے

ہیں۔ہم سمجھ لیں گے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں لوہے کے کنگن پہن لئے''
ساتھ ہی اللہ تعالیٰ پر کامل توکل کے ساتھ فرمایا:

''مگر ایسا نہ ہوگا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی اپنی گورنمنٹ کے مصالح ہوتے ہیں۔ وہ اپنے خلفائے مامورین کی ایسی رسوائی پسند نہیں کرتا''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 306-305)

اور دنیا نے دیکھا کہ خدمتِ اسلام کی راہ میں اپنے آپ کو ہر امتحان کے لئے پیش کرنے والا وجود ہر ذلت و رسوائی سے ہمیشہ محفوظ رہا!

شدید مخالفت کے باوجود استقامت

اہل دنیا کی یہ ریت ازل سے جاری ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے والوں کی ہمیشہ شدید مخالفت ہوتی ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ بھی بعینہ یہی ہوا لیکن آپؑ نے جذبۂ خدمتِ اسلام سے سرشار ہوکر ہر آزمائش اور مشکل ترین گھڑی میں بے نظیر استقامت اور صبر کا نمونہ دکھایا اور خدمتِ اسلام کے مقدس جہاد میں سرِ مُو فرق نہیں آنے دیا۔آپؑ کا یہ وصف اتنا نمایاں تھا کہ مخالفین نے اختلاف رائے کے باوجود اس بات کا اعتراف کیا۔مخالفین کے چند اعترافات پیش کرتا ہوں۔

آپ کی وفات پر ایک آریہ رسالہ کے ایڈیٹر نے لکھا کہ:۔

''مرزا صاحب اپنے آخری دَم تک اپنے مقصد پر ڈٹے رہے اور ہزاروں مخالفتوں کے باوجود ذرا بھی لغزش نہیں کھائی۔''

(رسالہ ''اندر'' لاہور)

اِسی طرح ایک عیسائی مصنف H.A.WALTER نے لکھا کہ:۔

''مرزا صاحب کی اختلافی جرأت جو انہوں نے اپنے مخالفوں کی طرف سے شدید مخالفت اور ایذا رسانی کے مقابلہ میں دکھائی یقیناً بہت قابلِ تعریف ہے۔''

(انگریزی رسالہ احمدیہ مُوومنٹ)

اور ایک غیر احمدی مسلمان اخبار نے لکھا کہ:

''مرزا مرحوم نے مخالفتوں اور نکتہ چینیوں کی آگ میں سے ہوکر اپنا رستہ صاف کیا اور ترقی کے انتہائی عروج تک پہنچ گیا۔''

(کرزن گزٹ۔دھلی)

یاد رہے کہ یہ اعترافات دوستوں کے نہیں، مخالفین کے ہیں والفضل ما شهدت به الاعداء

خدمتِ دین میں ساری جائیداد قربان کرنے کو تیار

حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے خدمتِ اسلام کا آغاز بہت ابتدائی زمانہ سے ہی کر دیا تھا۔اخبارات میں اسلام، قرآن مجید اور رسولِ پاک ﷺ کے خلاف چھپنے والے اعتراضات کے جوابات مضامین کی صورت میں دیتے۔ جب دیکھا کہ مخالفین کی طرف سے یہ سلسلہ بڑھتا جا رہا ہے تو آپ کے دل میں غیرتِ اسلام کے جذبہ نے جوش مارا اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی خاص الخاص تائید و نصرت سے ایک معرکۃ الآرا کتاب براہین احمدیہ کے لکھنے کا آغاز فرمایا۔ یہ ایسی عظیم الشان کتاب ہے کہ کوئی دشمنِ اسلام آج تک اُن دلائل اور براہین کا جواب لکھنے پر قادر نہیں ہوسکا۔

جب کتاب کا پہلا حصہ شائع ہوا تو آپ نے سب منکرینِ اسلام کو دعوتِ مقابلہ دی کہ اگر وہ اسلام کی بیان کردہ خوبیوں کے مقابل پر وہی خوبیاں اپنے مذہب میں دکھا دیں یا ان سے نصف یا تیسرا حصہ یا چوتھا حصہ یا پانچواں حصہ ہی اپنے مذہب میں ثابت کر دیں یا کم از کم ہمارے پیش کردہ دلائل کو توڑ کر دکھا دیں تو میں اپنی ساری کی ساری جائیداد جس کی قیمت دس ہزار روپے کے قریب ہے ایسے شخص کو بطور انعام دینے کے لئے تیار ہوں۔

یہ کوئی معمولی بات نہ تھی۔ایک طرف اپنی صداقت اور اپنے بیان کردہ دلائل کی برتری پر کامل یقین ظاہر ہوتا ہے اور دوسرے آپ کا جذبۂ خدمتِ اسلام بھی خوب کھل کر آشکار ہوتا ہے کہ اسلام کی سر بلندی کی خاطر آپ اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار تھے۔آپ نے اپنی ساری جائیداد پیش کر دی لیکن کوئی مخالف اس میدانِ مقابلہ میں اترنے کی جرأت نہ کرسکا۔

جملہ مذاہب باطلہ کو مقابلہ کی دعوت

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا بنیادی مقصد احیائے اسلام اور جملہ مذاہبِ عالم پر اسلام کو غالب کرنا تھا۔یہی آپ کی زندگی کا مقصد تھا اور آپ کو اپنی جان سے بڑھ کر عزیز تھا۔آپ نے اِس بلند مقصد کی خاطر اپنی ساری زندگی بسر کی۔یہی جذبۂ خدمتِ اسلام آپ کی زندگی کے ایک جلی عنوان کے طور پر جگمگاتا

نظر آتا ہے۔

اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ نے دنیا کے سب مذاہب کو بارہا مقابلہ کی دعوت دی اور بڑے زوردار انداز میں دی ۔ اس کی ایک مثال عرض کرتا ہوں ۔ 1893 میں آپ نے اپنی کتاب ''آئینہ کمالات اسلام'' میں فرمایا:

''اب اگر کوئی سچ کا طالب ہے خواہ وہ ہندو ہے یا عیسائی یا آریہ یا یہودی یا برہمو یا کوئی اور ہے اس کے لئے یہ خوب موقعہ ہے جو میرے مقابل پر کھڑا ہوجائے۔ اگر وہ امورِ غیبیہ کے ظاہر ہونے اور دعاؤں کے قبول ہونے میں میرا مقابلہ کرسکا تو میں اللہ جلّ شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اپنی تمام جائداد غیر منقولہ جو دس ہزار روپیہ کے قریب ہوگی اس کے حوالہ کردوں گا یا جس طور سے اس کی تسلی ہوسکے اُس طور سے تاوان ادا کرنے میں اس کو تسلی دوں گا''

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 349-350)

آپ کی یہ دعوتِ مقابلہ دنیا کے سب مذاہب کے نام تھی۔ لیکن کسی مذہب کا کوئی شخص مقابلہ کے لئے تیار نہ ہوا۔ آپ نے کیا خوب فرمایا:

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

اختتامیہ

آج کی اس بابرکت مجلس میں ہم نے امام الزمان سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود و امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جذبہء خدمتِ اسلام کا کچھ تذکرہ سنا۔ حق یہ ہے کہ ان باتوں کو سن کر، اپنے آپ پر نظر کرتے ہوئے ایک احمدی کی آنکھیں جھک جاتی ہیں اور دل، شرم اور ندامت سے بھر جاتا ہے کہ آپ علیہ السلام نے تو اپنے اور ہمارے آقا محمد مصطفےٰ ﷺ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے خدمتِ اسلام کی مقدس راہ میں اپنی ساری زندگی، وقت کا ایک ایک لمحہ اور خداداد صلاحیتوں اور طاقتوں کا ایک ایک ذرہ قربان کردیا۔ اور ایک ہم ہیں کہ خدمتِ دین کا جذبہ تو رکھتے ہیں لیکن عملی میدان میں ابھی پا پیادہ ہیں۔ عہدِ بیعت کے تقاضے بہت بلند ہیں۔ غلبہءاسلام کی آخری منزل دور افق پر نظر آتی ہے اور ہمارے قدم ابھی بہت آہستہ ہیں۔

خدمتِ دین کے علمبردارو! دیکھو کہ تمہارا قافلہ سالار، تمہارا محبوب امام، کب سے تمہیں بلا رہا ہے۔ آؤ! اور خدمتِ اسلام کے میدان میں اترتے ہوئے اپنے سب عہد و پیمان سچ کر دکھاؤ۔ دیکھو! یہ میدان بہت وسیع ہے اور مخلص اور جانثار احمدی خدمت گزاروں کی آمد کا منتظر ہے۔

پس اے مسیح محمدیؑ کے جاں نثارو! مردانہ وار آگے بڑھو اور ساری دنیا کو محمد مصطفےٰ ﷺ کے نور سے بھر دو۔ قریہ قریہ اسلام کی منادی کرو اور ساری دنیا میں توحید کا علم لہراتے ہوئے اپنا سب کچھ اس راہ میں قربان کردو!

آخر میں حضرت مسیح پاک علیہ السلام کا ایک دلگداز حوالہ پیش کرتا ہوں۔ احباب سے درخواست ہے کہ بہت غور اور توجہ سے سماعت فرمائیں اور اپنے دلوں میں جگہ دیں۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے ہم سب کو، ہاں ہم سب کو، مخاطب کرتے ہوئے بڑے درد سے فرمایا ہے:

''میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اپنی جماعت کو وصیّت کروں اور یہ بات پہنچا دوں۔ آئندہ ہر ایک کا اختیار ہے کہ وہ اُسے سنے یا نہ سنے کہ اگر کوئی نجات چاہتا ہے اور حیاتِ طیبہ یا ابدی زندگی کا طلب گار ہے تو وہ اللہ کے لئے اپنی زندگی وقف کرے اور ہر ایک اس کوشش اور فکر میں لگ جاوے کہ وہ اُس درجہ اور مرتبہ کو حاصل کرے کہ کہہ سکے کہ میری زندگی، میری موت، میری قربانیاں، میری نمازیں اللہ ہی کے لئے ہیں اور حضرت ابراہیمؑ کی طرح اُس کی روح بول اٹھے۔ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْن جب تک انسان خدا میں کھویا نہیں جاتا، خدا میں ہوکر نہیں مرتا، وہ نئی زندگی پا نہیں سکتا۔

آپ فرماتے ہیں:

پس تم، جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو، تم دیکھتے ہو کہ خدا کے لئے زندگی کا وقف میں اپنی زندگی کی اصل غرض سمجھتا ہوں۔ پھر تم اپنے اندر دیکھو کہ تم میں سے کتنے ہیں جو میرے اِس فعل کو اپنے لئے پسند کرتے اور خدا کے لئے زندگی وقف کرنے کو عزیز رکھتے ہیں۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 100)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ توفیق عطا فرمائے۔ آمین

و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

====================

جماعت احمدیہ کا حیرت انگیز طوعی نظام

رانا عبدالرزاق خاں، لندن

جب ہم دنیاوی حکومتوں کے مالی نظام پر نظر کرتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ مختلف قسم کے ٹیکسوں اور سرکاری واجبات کی وصولی کے لئے ہر حکومت نے بھاری بھرکم انتظامات کر رکھے ہوتے ہیں۔ ان انتظامات کی پُشت پر حکومت کی قوتِ حاکمانہ کئی جہات سے کارفرما ہوتی ہے۔ پولیس، عدالت اور فوج تک سے مدد لے کر ٹیکسوں کی وصولی کی جاتی ہے۔ جبر و تشدد کے ہنگامے برپا ہوتے ہیں۔ ادھر سے ہڑتالوں اور نافرمانیوں کی شورشیں اُٹھتی ہیں۔ جائیدادوں کی ضبطیوں تک نوبت پہنچ جاتی ہے چنانچہ تاریخ میں ایسے بے شمار واقعات موجود ہیں۔ جو سرکاری ٹیکسز کی چوری یا عدم ادائیگی کے باعث قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں گویا کہ احکام کی زبردست قوتِ تحصیل کے باوجود یہ افسوسناک صورتِ حال ہر زمانہ اور ہر ملک میں قائم رہی ہے۔ حکومت کے تنخواہ دار محصّلین اور کارندے اور ان کی پشت پناہ حکومت کی مشینری سو فیصد وصولی میں ناکام رہتی ہے۔ حالانکہ ٹیکس وصول کرنے والا محکمہ بھی ہر سال لاکھوں روپیہ اپنے کارکنان کی تنخواہوں پر خرچ کرتا ہے۔ لیکن اس کے مقابلے میں ہماری جماعت کا مالی نظام طوعی اور اعزازی ہے۔ خلیفہ وقت اور نظام کی اطاعت کرتے ہوئے ساری دنیا میں احمدی جماعتوں کے قابلِ احترام سیکرٹریان مال ایک پیسہ بھی معاوضہ لئے بغیر لاکھوں روپیہ وصول کر کے مرکزِ سلسلہ بھجوانے کے علاوہ مقامی طور پر اپنے کھاتے اور ریکارڈ مکمل رکھتے ہیں۔ بڑی بڑی جماعتوں میں سینکڑوں چندہ دہندگان کا انفرادی اور مکمل حساب رکھنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ آغاز سال میں تشخیص بجٹ سے وصولی تک سب احباب سے دور و نزدیک تک مسلسل رابطے میں رہنا، وصولی کرنا، وصول شدہ رقوم، مرکز کو ترسیل کرنا، مرکز سے آمدہ جواب طلبیوں کی وضاحت کرنا، یہ بھی رضاکارانہ کام ہے جو ہمارے سیکرٹریان مال بخوبی سرانجام دیتے ہیں۔ اس سب کے باوجود اپنے اعزازی عہدہ پر ناز اور فخر بھی کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ وہ قادر و توانا ہستی جس نے فرمایا ہے کہ وَمَن يَّعمَلْ مِثقَالَ ذَرَّةٍ خَيرًا يَّرَه۔ (وہ انہیں ضرور اس کا اجر دے گا) یہی حال ہمارے چندہ دہندگان بھائیوں کا ہے۔ آج کے دور میں جبکہ مہنگائی نے ہوش و حواس مختل کر رکھے ہیں ہمارے احمدی بہن بھائیوں کا اشاعت اسلام کے لئے مختلف مدّات میں فراخدلی سے اور استقلال سے چندے دینا اُن کے خلوص اور پختگی ایمان کی عکاسی کرتا ہے۔ حالانکہ جہاں تک خانگی اور دنیوی ضروریات کا تعلق ہے یہ ضروریات انہیں بھی اسی طرح لاحق ہیں جس طرح غیر احمدیوں یا غیر مسلموں کو۔ لیکن سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی جماعت کے قلوب میں خدمتِ دین کا جو جذبہ اپنی ولولہ انگیز تحریرات کے ذریعہ سے پیدا فرمایا ہے اور پھر يَنصُرُكَ رِجَالٌ نُوحِي إِلَيْهِم مِنَ السَّمَاءِ کے خدائی وعدہ نے جو تحریک دائمی طور پر چلا رکھی ہے یہ اسی کا کرشمہ ہے کہ ایک سچا احمدی اپنی ضروریات کو نظر انداز کر کے باقاعدگی کے ساتھ چندہ دیتا ہے پھر یہ نہیں کہ چندہ دے کر وہ کوئی احسان جتاتا ہے ہرگز نہیں بلکہ وہ عجز کے ساتھ اسے اپنے لئے عقبیٰ کا سامان سمجھتا ہے کیونکہ اس کے آقا کی یہی تعلیم ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ”اور یہ مت خیال کرو کہ تم کوئی حصہ مال کا دے کر یا کسی اور رنگ میں کوئی خدمت بجا لا کر خدا تعالیٰ اور اس کے فرستادہ پر کوئی احسان کرتے ہو، بلکہ اُس کا احسان ہے کہ تمہیں اس خدمت کے لئے بلاتا ہے اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر تم سب کے سب مجھے چھوڑ دو اور خدمت اور امداد سے پہلو تہی کرو تو وہ ایک اور قوم پیدا کر دے گا کہ اس کی خدمت بجا لائے گی۔ تم یقیناً سمجھو کہ یہ کام آسمان سے ہے اور تمہاری خدمت صرف تمہاری بھلائی کے لئے ہے۔ پس ایسا نہ ہو کہ تم دل میں تکبر کرو کہ ہم خدمتِ مالی یا کسی قسم کی خدمت کرتے ہیں۔ میں بار بار کہتا ہوں کہ خدا تمہاری خدمتوں کا ذرہ بھی محتاج نہیں ہاں تم پر یہ اس کا فضل ہے کہ تم کو فضل کا موقع دیتا ہے۔“ (تبلیغ رسالت جلد دھم) اور اس کا عملی مظاہرہ ہم اس صورت میں دیکھتے ہیں کہ جب کسی مخلص احمدی بھائی کے ذمّہ بعض مجبوریوں کے باعث کوئی جماعتی چندہ بقایا ہو جاتا ہے تو وہ مقامی مجلس عاملہ کے توسط سے امارت ملک یا نظارت مال میں درخواست بھجوا کر بڑے ہی عجز و الحاح سے مہلت طلب کرتا ہے۔ اسی طرح جب کسی جماعت کا چندہ لیٹ ہو جاتا ہے اور امارت یا نظارت کی طرف سے باز پُرس کی جاتی ہے تو سیکرٹریان مال بھی خدا کے فضل سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلیفہ وقت کے ان فرمودات کو ملحوظ رکھتے ہوئے عجز و انکسار سے جواب دیتے ہیں۔ اور اس طرح مرکز کے دل میں ان کے لئے محبت و احترام کا جذبہ بڑھ جاتا ہے۔ اور اس طرح قربانی اور محبت بھرا یہ طوعی نظام خدا کے فضل سے اتنی کامیابی سے چل رہا ہے کہ کوئی جبری نظامِ تحصیل اس طوعی نظام کا مقابلہ نہیں کر سکتا، الحمدللہ۔

فالج، علامات اور علاج

عزیز احمد طاہر ایم۔اے (ڈی ہوم لندن)، ربوہ۔پاکستان

کچھ عرصہ پیشتر مجھے اخبار جنگ میں ڈاکٹر فرخ اقبال کا ایک انٹرویو پڑھنے کا اتفاق ہوا۔انٹرویو میں ڈاکٹر صاحب نے وضاحت کی کہ فالج کی بیماری کے حملہ سے کس طرح نمٹا جاسکتا ہے اوراس کے علاج کے سلسلہ میں کیا اقدامات کرنے چاہئیں۔ ان دنوں ڈاکٹر صاحب شیخ زید ہسپتال کے شعبہ میڈیسن میں ایسوسی ایٹ پروفیسر تھے۔مئی 1980 سے جولائی 1986 تک برطانیہ کے اہم میڈیکل کالجز کے شعبہ ریسرچ سے وابستہ رہے اس کے علاوہ برطانیہ کے کئی ہسپتالوں سے بھی وابستہ رہے۔تعلیمی میدان میں بھی انہوں نے کئی سکالرشپ اور گولڈ میڈل حاصل کئے۔فالج کی بیماری کے حملہ اوراس کے علاج کے سلسلہ میں کیا اقدامات کرنے چاہئیں۔اس بیماری کی اہمیت کے پیش نظر قارئین کی دلچسپی کے لئے آپ کے انٹرویو کا خلاصہ بیان کیا جاتا ہے۔فالج (STROKE) ایک ایسا ہی موذی مرض ہے جو اچانک وقوع پذیر ہوتا ہے۔اور اچھے بھلے چلتے پھرتے انسان کو معذور کر دیتا ہے۔انسانی دماغ جسم کے کمپیوٹر کا کام دیتا ہے۔جس کا سارا نظام اس کے ماتحت ہے۔فالج میں دماغ کا کوئی حصہ اچانک بری طرح تباہ ہوجاتا ہے یا کام کرنا چھوڑ دیتا ہے۔عام طور پر یہ حملہ اچانک ہوتا ہے یا آہستہ آہستہ وقوع پذیر ہوتا ہے۔اس کی وجہ سے جسم کے دائیں یا بائیں جانب کمزوری یا ایک بازو یا ایک ٹانگ مفلوج ہوجاتی ہے۔فوری طور پر فالج کے اثرات سے جسم کا توازن بگڑ جاتا ہے۔اس کے علاوہ بصارت میں کمی بیشی، منہ کا ٹیڑھا ہونا، قوت گویائی کم یا بالکل ختم ہوجانا، پیشاب اور پاخانے پر قابو نہ رہنا اور خوراک یا پانی نگلنے میں دشواری ہونا شامل ہیں۔شدید حملہ کی صورت میں مریض بے ہوش ہو جاتا ہے اور (COMA) میں چلا جاتا ہے۔دماغ کو نقصان دماغ کی خون کی نالیوں میں خون کا انجماد یا خون کی نس پھٹ جانے سے ہوتا ہے۔اگر دماغ کی شریان پھٹنے سے خون کا لوتھڑا بڑا ہوجائے تو مریض کی موت بھی یقینی واقع ہوسکتی ہے۔کم نوعیت کے فالج کی صورت میں جزوی یا مکمل طور پر صحت یابی ہوجاتی ہے اس کے علاوہ فالج کی ایک قسم TRANSIENT ISCHAEMIC ATTACK (T.I.A) کہلاتی ہے جو کہ فالج ہی کی طرح ہوتی ہے۔لیکن مریض چوبیس گھنٹوں میں صحت یاب ہو جاتا ہے۔اس قسم کے فالج کی وجہ چند لمحوں کے لئے دماغ میں دوران خون کے متاثر ہونے سے ہوتی ہے۔اس قسم کے مریض کو فوراً ڈاکٹر کو دکھانا چاہئے تا کہ اس کی چوبیس گھنٹوں میں نگہداشت ہوسکے۔

اکثر اوقات فالج کا حملہ ادھیڑ عمر میں ہوتا ہے جب خون کی شریانیں تنگ ہونا شروع ہوجاتی ہیں اور بلڈ پریشر بھی بڑھنا شروع ہوجاتا ہے۔پہلی صورت میں خون کا بہاؤ سست ہونے کی وجہ سے شریانوں میں خون جمنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔جبکہ دوسری صورت میں شریان پھٹنے کا خطرہ ہوتا ہے اس کے علاوہ چھوٹے چھوٹے خون کے لوتھڑے (CLOTS) دل کے خانوں سے شریانِ اعظم سے دماغ کو چلے جاتے ہیں اوراچانک فالج کی وجہ بنتے ہیں۔ فالج دماغ کے کسی ایک حصے میں دوران خون کی اچانک کمی کا بھی نتیجہ ہوتا ہے۔ جب خون دماغ میں نہیں پہنچ پاتا تو دماغ کے خلیئے آکسیجن سے محروم ہوجاتے ہیں اور کام کرنے کے قابل نہیں رہتے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دماغ کا وہ حصہ جسم کے جس حصے کو کنٹرول کرتا ہے وہ ناکارہ ہوجاتا ہے اور جسم کے اس حصے پر فالج کا اثر رونما ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں سگریٹ نوشی، وزن کا زیادہ ہونا، ذیابیطس کا مرض، نمک کا زیادہ استعمال اور خون میں چربی کی کثرت دوسری وجوہات ہیں۔فالج کا حملہ کسی پر بھی ہوسکتا ہے تاہم سگریٹ نوشی سے پرہیز اور بلڈ پریشر کا باقاعدگی سے معائنہ کروا کر

زیادہ ہونے کی صورت میں علاج کروانے سے اس اپاہج کرنے والی بیماری کے خطرات کو کافی حد تک کم کیا جا سکتا ہے۔

یہ خیال درست نہیں کہ فالج کا سبب ذہنی دباؤ یا کام کی زیادتی ہے۔ زیادہ تر فالج نیند کے دوران ہوتے ہیں اور اس وقت کوئی ذہنی دباؤ یا زیادہ بلڈ پریشر نہیں ہوتا۔ جہاں تک ذہنی دباؤ اور بلڈ پریشر کا تعلق ہے زندگی سے ذہنی دباؤ کو الگ کرنا تقریباً ناممکن ہے۔

فالج سے دماغی صلاحیت پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں

جس طرح دل کو شریانیں بند ہو جانے سے نقصان ہوتا ہے اسی طرح دماغ کے خلیئے ایک مرتبہ تباہ ہو جائیں تو دوبارہ نہیں بنتے جیسا کہ دوسرے اعضاء (مثلاً جگر گردہ وغیرہ) میں ہوتا ہے۔ اگر دماغ کے خاص حصوں کو نقصان پہنچے تو یادداشت، توجہ مرکوز کرنے کی صلاحیت سیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیت میں نقص یا خیالات میں خلجان پیدا ہو سکتا ہے۔ بعض اوقات مریض سست الوجود ہو جاتا ہے یا غیر حقیقت پسندانہ باتیں کرنا شروع کر دیتا ہے۔ لیکن اکثریت میں فہم یا یادداشت پر بہت زیادہ اثر نہیں ہوتا اور دماغ کی صلاحیت پہلے ہی کی طرح درست رہتی ہے۔

فالج کا حملہ دل پر اثر انداز نہیں ہوتا

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر فالج بائیں طرف ہو تب دل پر اس کا اثر ہوتا ہے اور دائیں طرف ہو تب نہیں ہوتا کہ دل بائیں جانب واقع ہے۔ اس بات میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔ البتہ جن لوگوں کو فالج ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ان کو دل کی بیماری پہلے ہی سے ہو اور انہیں اس کا پتہ فالج کے دوران چلتا ہو۔ جن لوگوں کو فالج کا حملہ شدید ہو انہیں ہسپتال فوراً لے جانا چاہیے یا ان مریضوں کو جن کی بیماری کی تشخیص میں شبہ ہو یا ان کو (T.I.A) ہوا ہو تا کہ ان کا تفصیلاً معائنہ کیا جائے اور ان پر نظر رکھی جائے۔ اگر فالج شدید نہیں ہے تب گھر کے مکین ہی مریض کی دیکھ بھال کر سکتے ہیں تاہم ماہرین کی دیکھ بھال اور مشورے کے بغیر علاج سے کچھ مریض نقصان کا سامنا کر سکتے ہیں فالج کے آغاز میں چہرے، دھڑ، بازو یا ٹانگ کے پٹھے جسم کے دائیں یا بائیں جانب کمزور یا ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ جب فالج سے بہتری ہوتی ہے تو سب سے پہلے پاؤں میں، پھر گھٹنے میں، پھر کولہے میں اور اس کے بعد کندھے، کہنی، کلائی اور ہاتھوں کی انگلیوں میں حرکت لوٹتی ہے۔ تاہم اس دوران سارے جسم کی ہلکی پھلکی ورزش کروانا اور جوڑوں کو صحیح حالت میں رکھنا بہت ضروری ہے۔ نوے فیصد مریض جو عام حالات میں دائیں ہاتھ کا استعمال زیادہ کرتے ہیں ان کی قوت گویائی کا مرکز دماغ کے بائیں حصہ میں ہوتا ہے اور دس فیصد کے قوت گویائی کا مرکز دماغ کے دائیں طرف ہوتا ہے۔ اور اس کی وجہ سے قوت گویائی متاثر ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر دماغ کا دایاں حصہ متاثر ہو تو فالج بائیں طرف ہوتا ہے۔ اور اس کی وجہ سے قوت گویائی پر کوئی اثر نہیں ہوتا، بعض اوقات مریض سمجھ نہیں پاتا اور اسے مانوس الفاظ تلاش کرنے میں دقت یا ناکامی ہوتی ہے۔ بعض اوقات ہکلاہٹ کا شکار ہو جاتا ہے۔ بہت ہی سنگین صورت حال میں مریض کچھ نہیں کہتا یا ایک ہی لفظ یا جملہ بار بار دہراتا ہے۔ اس صورت حال میں گھر والوں کی پریشانی مدنظر رکھتے ہوئے ماہر بحالی قوت گویائی کی ضرورت پیش آتی ہے۔ بہت سے مریضوں میں بینائی بالکل متاثر نہیں ہوتی۔ جو مریض دیکھنے میں دقت کی شکایت کرتے ہیں دراصل ان کا دماغ نگاہ کی اچھی طرح ترجمانی نہیں کر پاتا۔ اگر ایک مریض دائیں طرف مسلسل دیکھ رہا ہو تو اسے بائیں طرف کرنا چاہیے تاکہ وہ اپنی بائیں طرف کو نظر انداز نہ کرلے۔ تاہم آہستہ آہستہ مکمل صحت ہو ہی جاتی ہے۔

مانع حمل ادویات فالج کا خطرہ بڑھا دیتی ہیں۔ تاہم آجکل کے دور میں نئی ادویات پرانی ادویات سے زیادہ محفوظ ہیں۔ خاص کر ان خواتین کو جن کا بلڈ پریشر زیادہ ہو جب ان کی عمر 30 یا 40 سال کے درمیان ہو تب ان کو ان ادویات کے استعمال سے اجتناب کرنا چاہیے۔ صحت یاب ہونے کے بعد ضروری نہیں کہ بیماری کا حملہ ہو البتہ جو وجوہات پہلے فالج کا سبب بنتی ہیں ان کو قابو میں رکھنا پڑے گا۔ سگریٹ نوشی سے اجتناب، وزن کی کمی نمک اور چکنائیوں کا کم استعمال اور بلڈ پریشر پر قابو رکھنا ایسے عوامل ہیں جن سے ان خطرات کو کم کیا جا سکتا ہے۔ بعض اوقات (ASPIRIN) یا اس قسم کی دوسری ادویات تجویز کی جاتی ہیں تاکہ فالج کے دوبارہ حملہ کو کم کیا جا سکے۔

فالج کے بعد جزوی طور پر صحت یابی بہت عام ہے لیکن مکمل صحت یابی میں دیر لگ سکتی ہے۔ فالج کے بعد چار صورتیں ممکن ہیں۔

1۔فالج سے دماغ کے وہ خلیے جومتاثر ہوتے ہیں وہ پھر دوبارہ کام مکمل طور پر نہیں کر پاتے۔

2۔وہ خلیے جوفالج زدہ خلیوں کی سوجن کی وجہ سے متاثر ہوتے ہیں صحت یاب ہو جاتے ہیں اور دوبارہ کام شروع کر دیتے ہیں۔یہ عمل فالج کے بعد ہی شروع ہو جاتا ہے۔

3۔دماغ کے ایسے حصے جومتاثر نہیں ہو پاتے وہ متاثر حصوں کا بھی کام شروع کر دیتے ہیں اور کچھ حد تک ممکن ہے اور یہ سلسلہ کافی عرصہ تک چل سکتا ہے۔

4۔مریض اپنی کھوئی ہوئی صلاحیت کے اعتبار سے اپنے آپ کو ڈھالنا شروع کر دیتا ہے اور زندگی بسر کرنے کے طریقے سیکھ لیتا ہے۔

جن لوگوں کے اہل خاندان مثلاً والدین، بہنیں، بھائی وغیرہ فالج میں مبتلا ہیں یا رہے ہیں ان کے لیے فالج کے لاحق ہونے کے امکان خطرات زیادہ ہیں، کوئی بھی، کسی بھی عمر میں فالج کا شکار ہوسکتا ہے۔لیکن فالج سے اکثر اوقات روک تھام کی جاسکتی ہے۔
مندرجہ ذیل ہدایات پر عمل کر کے آپ اپنے فالج کے امکانی خطرے کو کم کرنے میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔

1۔بلڈ پریشر پر قابو پایئے۔ایک بالغ فرد کا فشارخون عام طور پر 140/90 سے کم ہوتا ہے بلند فشارخون کی شریانوں پر اضافی دباؤ ڈالتا ہے۔جس کے نتیجے میں ان شریانوں کی ساخت کو نقصان پہنچ سکتا ہے اور یوں ان میں منجمد خون پھنس جاتا ہے یا شریان پھٹ جاتی ہے اور خون دماغ میں بکھر جاتا ہے۔بلند فشارِخون اور منجمد خون دماغ کی جانب خون کی روانی روک دیتا ہے۔

2۔فالج کا علاج اور ادویات اپنے ڈاکٹر کے مشورے کے بغیر ہرگز بند نہ کریں۔تمبا کونوشی سے پرہیز کریں۔اچھی بات یہ ہے کہ اگر آپ آج تمبا کونوشی ترک کر دیں تو دو سال کے اندر اندر فالج کا علاج اور حملے کے امکانات میں نمایاں کمی آجائے گی اور پانچ سال میں امکانات اتنے ہوں گے جیسے کسی نے تمبا کونوشی کبھی نہیں کی۔

3۔کولیسٹرول کو کم کیجئے اور اپنے وزن کو کنٹرول کیجئے۔کولیسٹرول کا Level 200 یا اس سے کم ہونا چاہیئے۔ایسی غذائیں کھانے کے نتیجے میں جن میں کولیسٹرول اور (SATURATED FATS) چکنائی بہت زیادہ ہو شریانوں میں چربی کے جمع ہونے اور ان میں سختی پیدا کرنے کا سبب بنتی ہیں۔کولیسٹرول کی سطح بڑھنے سے بلڈ پریشر بڑھ جاتا ہے اور آپ کو ذیابیطیس بھی لاحق ہوسکتی ہے جس کے نتیجے میں فالج کا امکانی خطرہ بڑھ جاتا ہے۔

4۔ذہنی دباؤ اور پریشانی کم کیجئے روزمرہ زندگی میں ان مسائل کی وجہ سے فشار خون بلند ہوجاتا ہے۔ورزش، آرام یا کسی ایسے طریقے سے جو آپ کے لیے مفید ثابت ہو ذہنی دباؤ سے نجات پانا بے حد اہمیت رکھتا ہے۔

آپ کا ڈاکٹر آپ کی حالت کے پیش نظر جو تدابیر تجویز کرتا ہے ان پر عمل کیجئے۔آپ کا ڈاکٹر ان طبی کیفیات سے جن میں بغیر کسی واضح علامات کے عارضہ قلب، گردن کی شریان میں منجمد ٹکڑے اور بلند فشارخون شامل نہیں آپ کو آگاہ کرے گا۔فالج کا نہ صرف انسداد کیا جاسکتا ہے بلکہ فالج کے امکانی خطرے پر بھی قابو پایا جاسکتا ہے اور کم بھی کیا جاسکتا ہے۔

اعلانِ ولادت

مکرم سلمان اختر میری لینڈ، یوایس اے، سے تحریر کرتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے خاص فضل سے خاکسار کو 27 اگست 2013ء کو پہلے بیٹے سے نوازا ہے۔حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اجازت سے نومولود کا نام

مصطفیٰ احمد

تجویز کیا گیا ہے۔نومولود ڈاکٹر اختر احمد شیخ ابن شیخ منظور علی صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پوتا اور سیّد لئیق احمد شہید لاہور کا نواسہ ہے۔احباب جماعت سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصطفیٰ احمد کو صحت و سلامتی والی طویل فعال زندگی عطا فرمائے۔نیز صالح خادمِ دین اور خلافت سے حقیقی محبت کرنے والا اور والدین کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے، آمین۔

مالی فراخی کے دس مجرب نسخے

آجکل کچھ تو اقتصادی بدحالی کے نتیجہ میں اور کسی حد تک سوشل بائیکاٹ کی وجہ سے اکثر آزاد پیشہ احمدی مشکلات سے دوچار ہیں۔

جہاں تک امارت اور غربت کا سوال ہے خاص صورتوں میں دونوں کو انعام بھی کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ایک غنی دل فقیر ایک بخیل اور تنگدل امیر سے بدرجہا بہتر ہے چنانچہ وہ مقدس وجود ﷺ جن کی خاطر زمین وآسمان پیدا کئے گئے فرماتے ہیں کہ الفقر فخری یعنی آپ ﷺ نے شہنشاہی کے باوجود بھی اپنے لئے فقیری کو ترجیح دی۔ آپ ﷺ کے جلیل الشان صحابہ میں سے اکثر کے حالات اس ضمن میں ہمارے لئے مشعل ہدایت ہیں۔ کہ باوجود فقر و فاقہ کے ان کی شان تقدس اور روحانیت کتنے اعلیٰ پایہ کی تھی۔ اس لحاظ سے کسی حقیقی احمدی کا مطمح نظر صرف مال کمانا نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اگر مال مل جائے تو اسے اللہ تعالیٰ کا ایک زائد انعام سمجھنا چاہئے۔ تاہم موجودہ زمانے کے بدلے ہوئے طریق جہاد میں مالی جہاد کا اتنا اہم حصہ ہے کہ اس کے بغیر چارہ نہیں۔ اس نظریہ کو مدنظر رکھتے ہوئے حصول مال کیلئے جدوجہد کرنا ایک لازمی امر ہے۔ کیونکہ ایسا مال کمانا جس کا مصرف درست ہو انسان کو غافل اور عیاش نہ بنادے ہرگز برا نہیں پس ہر احمدی کی یہ خواہش ہونی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس کو مالی فراخی دے تا وہ اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر سکے۔

میں اپنے تجربہ کی بناء پر آپ کے سامنے کچھ ایسے گُر پیش کروں گا جن پر عمل کر کے آپ کو مالی فراخی کے حصول میں مدد ملے گی۔ سب سے پہلے میں بعض امور کی وضاحت کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

(اول) میں آپ کو نہ تو ایسی باتیں بتاؤں گا جو ظالمانہ ہوں نہ کوئی ایسا وظیفہ ہوگا جس کو کوئی بڑے علم والا ہی پڑھ سکے بلکہ بالکل سیدھے سادے آسان اور سہل الحصول گُر اور طریق ہیں جو خود میرے ذاتی تجربہ میں آچکے ہیں ایک بار نہیں بلکہ کئی کئی بار ان کا مشاہدہ کر چکا ہوں آپ میری باتوں کو صرف توجہ دلانے کا ذریعہ تصور کر کے خود بھی ایسے بلکہ اس سے بھی بہتر طریقے سوچ سکتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حصول انعامات کے بے شمار ذرائع اور طریقے ہیں۔

(دوم) ایک لازمی امر یہ ہے کہ ہر دعا اور وظیفہ کے ساتھ عمل اور ظاہری اسباب میں سعی ضروری ہے ورنہ کوئی دعا اور وظیفہ سوائے اس کے کچھ فائدہ دے گا کہ انسان کو نکما اور سست بنادے۔ خواہ دنیا کا دونوں صورتوں میں کوشش اور سعی کے مطابق اجر ملتا ہے۔ ہر پیشہ ور یا دکاندار کی کامیابی کے لئے محنت، ذہانت، دیانت، استقلال، ترقی کی خواہش اور اللہ تعالیٰ پر کامل یقین یہ سب چیزیں نہایت ضروری ہیں ان میں سے کسی ایک میں کمی بھی کامیابی کو مشتبہ کردے گی۔

(سوم) یہ ضروری نہیں کہ انسان ہر قسم کے حالات میں اور ہمیشہ ایک ہی قسم کے نسخہ پر عمل کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو دلوں کی حالت سے غرض ہے زبانوں سے نہیں وقت کی تبدیل شدہ حالت اور نئی نئی ضرورت کا احساس اور اس کی اہمیت سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔

پس آپ بھی اس تغیر وتبدل کا احساس اپنے دل میں پیدا کریں اور پھر فیصلہ کریں کہ اس وقت کون سے عمل اور کیسی دعا کی ضرورت ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ کو حمد وثناء لمبی اور سنوار کر پڑھی جانے والی نمازیں، نوافل اور دعائیں پسند ہیں وہاں ایک وقت میں کسی بندے کی یہ خواہش کہ وہ اسے ملے تو اس کی جوئیں نکالے یہ بھی ناپسند نہیں پس ایک وقت میں آپ کو ایک وظیفہ کام دے گا اور دوسرے وقت میں دوسرا۔

(چہارم) یہ کہ اگر آپ بالفرض ایک طریقہ استعمال کررہے ہیں اور آپ کو خاطر خواہ فائدہ محسوس نہیں ہوتا تو گھبرائیے نہیں بلکہ غور وفکر کی عادت ڈالیئے اور سوچئے کہ کہیں آپ کی محنت دیانت استقلال یا یقین کامل میں سے کوئی ایسی بات تو نہیں جس میں کمی رہ گئی ہو پھر آپ فوری نتائج کے لئے بھی بے صبری نہ دکھائیں جو کام آپ کا ہے وہ آپ احسن طریق پر انجام دیں جو اللہ تعالیٰ کا ہے وہ اس پر چھوڑ دیں لیکن مایوسی اور جلد بازی کسی صورت میں نہ ہو۔

اب میں آپ کو اپنے دس مجرب طریقے بتاتا ہوں ممکن ہے کہ آپ میں سے اکثر لوگوں کو اس سے بھی بہتر اور اعلیٰ طریقوں کا علم ہو۔

پہلا نسخہ

تقسیم ہند کے بعد ایک دفعہ میں بہت سی مالی مشکلات میں پھنس گیا ہر وقت پریشان رہتا تھا کہ ایک دن ایک بزرگ نے مجھے ایک مسنون دعا بتائی چنانچہ میں نے اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے کام کرتے اس کا ورد شروع کر دیا۔ اس دعا کا ترجمہ یہ ہے۔

ترجمہ: اے اللہ! میں ہم وغم سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور عاجز رہ جانے اور سستی سے بھی تیری پناہ کا طالب ہوں۔ میں بزدلی اور بخل سے بھی تیری پناہ میں آتا ہوں نیز قرض کے غالب آنے اور لوگوں کے نیچے دب جانے سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں۔

رسول اللہ ﷺ کی ایک اور دُعا یہ ہے:

اے اللہ ہمارے لئے اپنا حلال رزق کافی کر دے بجائے حرام کے ہمیں اپنے فضل سے اپنے سوا ہر ایک سے بے نیاز کر دے۔

آپ یہ دعا غور سے پڑھئے پھر دیکھئے کہ نہایت لطیف رنگ میں جہاں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگی گئی ہے وہاں اپنی کمزوریوں اور غفلتوں سے بھی پناہ مانگی گئی ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ میں نے اس دعا کو انتہائی پُرتاثیر پایا ہے۔

دوسرا نسخہ

کچھ عرصہ بعد ہمارے شہر میں مخالفت نے اُودھم مچانا شروع کر دیا بائیکاٹ کے ساتھ ساتھ اور گندی حرکات شروع کی گئیں۔ حضرت مسیح موعودؑ اور ہماری دیگر محبوب ہستیوں کو ایسی فحش اور گندی گالیاں ہماری دکانوں کے سامنے کھڑے ہو کر دی جاتیں کہ شدت جذبات سے بعض اوقات حواس بجا نہ رہتے احمدی بیچارے بڑی مشکل سے اپنے اوپر قابو رکھتے لیکن اس چیز کا کوئی علاج نظر نہ آتا۔ ہماری جماعت کی مجالس میں اکثر اس کا تذکرہ رہتا۔ آخر ہم نے فیصلہ کیا کہ مخالف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جتنی گالیاں دیں احمدی جواب کے طور پر رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجیں۔ چنانچہ میں نے درود شریف کا کثرت کے ساتھ ورد شروع کر دیا۔ درود شریف کے عام الفاظ اور حضرت مسیح موعودؑ کے بیان فرمودہ قصائد کے اشعار وغیرہ مثلاً یا ربِّ صَلِّ علٰی نبیّک دائماً یا دیگر فارسی کے اشعار کو گنگنانا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی پر میرے جسم کا ہر ذرّہ قربان ہو کہ یہ علاج تو میں نے مخالفین کے مقابلہ پر شروع کیا تھا لیکن یکدم حالات نے پلٹا کھایا اور دن بدن میرا بائیکاٹ کم ہونا شروع ہوا میں کئی دفعہ تجربہ کر چکا ہوں کہ جتنا زیادہ درود پڑھوں دکان پر اتنا ہی زیادہ کام ہوتا ہے۔

تیسرا نسخہ

ایک مجلس مشاورت کے موقع پر حضرت اقدس نے بیرونی ممالک کی مساجد کے چندہ کیلئے ایک سکیم پیش فرمائی۔ میں اپنے آپ کو تاجر بھی اور پیشہ ور بھی سمجھتا ہوں اس سکیم میں آسانی کے لئے اپنے آپ کو تاجر تصور کر کے فیصلہ کیا کہ ہر ہفتہ کے روز اپنے پہلے سودے کا منافع دیا کروں گا۔ اور ساتھ ہی مزید آسانی کے لئے ایک مٹی کا بند برتن بھی رکھ چھوڑا تا کہ ہر ہفتہ کے دن اس میں چندہ کی رقم ڈالتا جاؤں گا۔ اس تحریک کو شروع ہوئے دس ماہ ہو رہے ہیں اور میں اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر آپ کو بتاتا ہوں کہ اس عرصہ میں میری ہفتہ کے روز کی بکری سارے دیگر دنوں سے زیادہ ہوتی رہی ہے۔ یہ سلسلہ آج تک قائم ہے گویا کہ ہفتہ کا دن میرے لیئے امیر ترین دن ہوتا ہے چنانچہ میں نے اس نسخہ کو وسیع کرنا شروع کر دیا ہے اور اپنے دیگر چندوں کے لئے بھی ایسے ہی مٹی کے برتن رکھنے شروع کر دیئے اور روزانہ کچھ نہ کچھ رقم ان میں ڈالنی شروع کی خدا کی قدرت دیکھئے کہ جب جہاں مجھے اپنے چندوں کی ادائیگی میں پہلے سے زیادہ آسانی نظر آ رہی ہے وہاں میری روزانہ کی آمد بھی بڑھ رہی ہے لیکن ہفتہ کی فضیلت اب بھی قائم ہے۔

چوتھا نسخہ

قادیان میں بھی اور اب پاکستان میں بھی آ کر میرا یہ ہر سال کا تجربہ ہے کہ تحریک جدید کا چندہ ادا کرنے کے بعد بالکل نمایاں طور پر میری روزانہ کی بکری زیادہ ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ متعدد دفعہ میں نے یکمشت چندہ ادا کیا ہے لیکن کسی دفعہ بھی ذرہ برابر غیر معمولی بوجھ محسوس نہیں کیا۔ چندہ تحریک کو بکری بڑھانے کا کامیاب نسخہ تصور کرتے ہوئے دو تین دفعہ وعدہ کے ساتھ ہی نئے سال کے اعلان والے دن ادائیگی بھی کر کے دیکھی ہے اور ہمیشہ اس گُر کو کامیاب پایا۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر کے فوراً ہی اجر کی امید کرنا حریص اور لالچی ہونے کی دلیل ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ زبردستی اتنی جلدی بدلہ دے دے تو میرے جیسے کمزور انسان کو کیا انکار ہو سکتا ہے۔ گزشتہ سے پیوستہ سال ماہ نومبر کا آخری ہفتہ تھا اور حضرت اقدس کے متوقع نئے سال کے اعلان تحریک جدید کے پیش نظر دل میں بڑی خواہش تھی کہ اعلان کے ساتھ ہی سارا چندہ ادا کر دیا جائے ایک یا دو دن باقی تھے لیکن مجھے کوئی صورت نظر نہ آئی اچانک ایک احمدی دوست کسی فرشتہ کی تحریک پر تشریف لائے اور مجھ سے اتنی چیزیں خرید کر لے گئے جو میری بکری سے چھ گنا زیادہ

تھیں۔ چنانچہ میں نے اپنا چندہ اتنی آسانی سے ادا کر دیا کہ محسوس تک نہ ہوا۔

پانچواں نسخہ

پانچواں کامیاب نسخہ جس کو میں نے کئی دفعہ آزمایا ہے نفلی روزہ ہے۔ سردیوں کے موسم میں تو کوئی کوفت بھی نہیں ہوتی اور مفت میں نقد بانقد اجر ملتا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دن روزہ کی حالت میں اس قدر بکری ہوئی کہ سارے مہینہ میں کسی دن نہ ہوئی تھی۔ شام کو دکان کا حساب کرتے وقت خواہش پیدا ہوئی کہ ایسا روزہ تو روزانہ رکھنا چاہئے۔

چھٹا نسخہ

میرا تجربہ ہے کہ بعض چھوٹے چھوٹے خدمت خلق کے کام کرنے پر رزق میں بہت فراخی ہوتی ہے۔ مثلاً ضرورت مند غریبوں کو چند روپے قرض دینے سے۔ مثال کے طور پر اسی جلسہ سالانہ سے پہلے ایک بزرگ تشریف لائے کہ انہیں ربوہ جانے کیلئے چند روپے درکار ہیں۔ اس وقت میں خود بھی ضرورت مند تھا اس لئے ان سے عرض کی کہ آپ دعا کریں شام تک کہیں سے پیسے آ گئے تو دوں گا۔ شام تو بہت دیر بعد آئی لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت چند منٹوں میں آ گئی اتنی جلدی کہ مجھے ایک بچے کو ان بزرگ کے پیچھے پیسے دے کر بھیجنا پڑا اور لطف کی بات یہ کہ مجھے اتنی رقم مل گئی کہ مطالبہ سے دگنی تھی۔

ساتواں نسخہ

میں نے بیسیوں دفعہ تجربہ کیا ہے کہ اگر وقت بے وقت گھر میں مہمان آ جائیں تو میرے لئے بڑی برکتوں کا باعث ہوتے رہے ہیں خاص طور پر ربوہ کے مہمانوں کے متعلق میرا مشاہدہ ہے کہ وہ تو سراسر برکت ہی برکت ہوتے ہیں مثلاً ایک رات ربوہ کے دو بزرگ تشریف لائے ابھی ان کا سامان اندر نہیں بھیجا تھا کہ ایک گاہک بالکل فرشتہ کی طرح آیا اور اس سے بغیر ایک پیسہ خرچ کئے اتنے پیسے مل گئے کہ میں ان دونوں مہمانوں کی تین دن تک مہمان نوازی کر سکتا تھا۔

آٹھواں نسخہ

میرا آٹھواں نسخہ جو بظاہر معمولی سی بات ہے لیکن یہ اصول دکاندار کیلئے بہت اہم ہے۔ اس لئے عرض کر دیتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ آپ کی دکان میں کوئی چیز ہو جو خراب ہو چکی ہو یا اس کی میعاد گزر چکی ہو تو کبھی بھی اس بات کو گاہک سے پوشیدہ نہ رکھئے۔ میں کھوٹے سکوں کو تلف کر دیا کرتا ہوں اور میرا یہ تجربہ ہے کہ جس روز بھی چند آنے اس طرح تلف کرتا ہوں اس روز میری دکان کی بکری اتنی غیر معمولی ہوتی ہے کہ میں اور کوئی وجہ کبھی دریافت نہیں کر سکا سوائے اس کے کہ ان کھوٹے سکوں کے عوض اللہ تعالیٰ بے شمار کھرے سکوں سے میری جیب بھر دیتا ہے۔

نواں نسخہ

نواں نسخہ ایک ایسا وظیفہ ہے جو بلند درجے والوں کا ہی حصہ ہے میں اس کا شہسوار نہیں لیکن کبھی کبھی اس کی سواری ضرور کی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اظہار تشکر ہے الحمد للہ کا وظیفہ ایک دفعہ ایک بزرگ کے منہ سے سنا تھا اس کو کئی دفعہ آزمایا واقعی رزق کی فراخی کا بڑا عجیب نسخہ ہے۔

دسواں نسخہ

دسواں اور آخری نسخہ دراصل گزشتہ سب نسخوں پر حاوی ہے اور وہ اپنے آپ کا روزانہ محاسبہ ہے۔ میں نے اوپر جتنے تجربات درج کئے ہیں دراصل وہ اس محاسبہ کا نتیجہ ہے۔ میری اگر ایک دن بکری زیادہ ہو تو ضرور سوچا کرتا ہوں کہ یہ کیوں ہے اور اگر کم ہوتی ہے تو پھر بھی سوچتا ہوں کہ یہ کیوں ہے اگر یہ زیادتی یا کمی بہت نمایاں ہو تو اس کی وجہ بھی نمایاں نظر آ جاتی ہے۔ یعنی زیادتی یقیناً کسی نہ کسی نیک عمل کا نتیجہ ہوگی۔ سوائے اللہ تعالیٰ کی رحیمیت کے اور کمی کسی غلطی یا کسی نہ کسی عمل میں کمزوری کا نتیجہ ہوگی۔ بہرحال اس محاسبہ کے ذریعہ سے میں دونوں طرح فائدہ اٹھاتا ہوں۔ آپ بھی اس پر عمل کریں اور پھر اگر اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق دے تو کسی دوسرے بھائی کے لئے ہدایت اور راہنمائی کا کام کر سکیں۔

مندرجہ بالا نسخوں کو آپ غور سے پڑھ لیں یہ سارے نسخے ایک مرکزی نقطہ کے گرد چکر لگا رہے ہیں اور وہ الاعمال بالنیات کا نقطہ ہے۔ آپ روپیہ کمائیں اور ساتھ اللہ تعالیٰ کے حصے کو بھی مدنظر رکھیں تو اس میں برکتیں ہی برکتیں نظر آئیں گی۔ اور میں نے تو ان وظیفوں سے صرف روپیہ ہی نہیں کمایا بلکہ سخت پریشانیوں کے عالم میں ان سے ڈھارس حاصل کی ہے۔ بہت سی تکلیفوں میں راحت اور اداس صورت میں بشاشت پائی ہے۔ اپنی غلطیوں، کوتاہیوں اور گناہوں کے اندھیرے میں روشنی دیکھی ہے۔ الغرض یہ نسخے اور وظیفے میری ہر مشکل کے وقت میری مدد کرتے رہے ہیں اور مجھے مایوسیوں کے گناہوں سے بچا کر ہمیشہ اطمینان قلب بخشتے رہے ہیں۔ (مرسلہ :نظارت صنعت و تجارت)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی ایک غرض خدمت قرآن

حافظ مظہر احمد۔ ربوہ، پاکستان

اے بے خبر بخدمتِ فرقاں کمر بہ بند
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

''اے بے خبر قرآن کی خدمت پر کمر بستہ ہو جا اس سے پہلے کہ یہ آواز آئے کہ فلاں شخص مر گیا ہے''

سورۃ جمعہ کی ابتدائی آیات ملاحظہ فرمایئے:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ ۙ وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ○ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ○ (سورۃ الجمعۃ :2)

وہی ذات ہے جس نے اُمّی لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو ان پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور اس سے پہلے وہ کھلی کھلی گمراہی میں تھے اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی اُن سے نہیں ملے اور وہ کامل غلبہ والا اور خوب حکمت والا ہے یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے عطا کرتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ جب اس آیتِ کریمہ کا نزول ہوا تو صحابہ کے سوال کرنے پر کہ وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپؐ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا وہ ان میں سے ہوں گے اور ایمان ثریا ستارے پر بھی چلا گیا تو یہ اہل فارس آسمان سے ایمان کو واپس زمین پر لے آئیں گے۔ ایک روایت میں قرآن کے الفاظ بھی ہیں۔ یعنی اگر قرآن اٹھ گیا تو ان میں سے کوئی اسے دوبارہ زمین پر واپس لے آئے گا۔

(بخاری کتاب تفسیر القرآن باب وَآخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوا بِهِمْ)

ایک موقعہ پر حضور ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو اپنی اُمّت کے مستقبل کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر بتایا کہ میری امت بھی یہود کی طرح تہتّر فرقوں میں بٹ جائے گی اور سب جہنمی ہوں گے سوائے ایک فرقے کے تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ وہ کونسا فرقہ ہوگا؟ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ ما انا علیه و اصحابی یعنی جو میرا اور میرے صحابہؓ کا حال ہے وہی ان کا حال ہوگا۔

(ترمذی کتاب الایمان باب ماجاء فی افتراق هذه الامة)

ایسے ہی ایک موقعہ پر جب حضور ﷺ نے علم کے اٹھ جانے کا ذکر فرمایا تو کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! علم کیسے اٹھے گا جبکہ ہم خود بھی قرآن پڑھتے ہیں اور اپنے بچوں کو بھی پڑھاتے ہیں اور ہمارے بچے اپنے بچوں کو قیامت تک قرآن پڑھاتے رہیں گے اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کیا یہودی اور عیسائی توریت اور انجیل نہیں پڑھتے؟ لیکن جو ان میں تعلیم ہے اس پر عمل نہیں کرتے۔ (ابن ماجه کتاب الفتن باب ذهاب القرآن والعلم) پھر اسی زمانہ کی خبر دیتے ہوئے آپؐ نے ایک موقعہ پر فرمایا

''لَا یَبْقٰی مِنَ الْاسْلَامِ اِلاَّ اسْمُهٗ وَلَا یَبْقٰی مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلاَّ رَسْمُهٗ''

(مشکوٰۃ)

یعنی اس وقت اسلام محض نام کا رہ جائے گا اور قرآن صرف لکھا ہوا ہوگا، یا صرف رسمی طور پر رہ جائے گا آج دیکھئے کس طرح لفظ بہ لفظ آپ ﷺ کی یہ پیشگوئیاں پوری ہو رہی ہیں کہ قرآن کو مختلف طرز پہ لکھا جا رہا ہے صراحیوں پر اور چاول کے دانوں پر قرآن لکھنے کی کوششیں کی جاتی ہیں۔ آج کل کے نام نہاد مسلمانوں کا تو یہ حال ہے کہ ویسے خواہ قرآن کو سارا سال ہاتھ نہ لگایا ہو لیکن کسی کی موت فوت اور چہلم پہ قرآن خوانی نہیں بھولتی اسی طرح جھوٹی قسموں کے وقت بھی بلا چون و چرا قرآن اٹھا لیا جاتا ہے۔ اور معنوی طور پر قرآن شریف کی ایسی تفسیریں کی گئیں جو خود قرآن شریف، اللہ تعالیٰ، ملائکہ اور انبیاء کی شان کے خلاف تھیں۔ پس

اس پرفتن دور کے لئے ایک ایسے اُمتی خلیفۃ اللہ، مجدّد اور خادم قرآن کی ضرورت تھی جو رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئی کے عین مطابق آ کر امت کی اصلاح کرے دین کی تجدید کرے (ابو داؤد کتاب الملاحم)، کسر صلیب یعنی بیرونی دجالی حملوں کا مقابلہ کرے اور قتل خنزیر یعنی اندرونی غلطیوں کی اصلاح کرے۔ آنحضرت ﷺ نے آنے والے مسیح موعود کو حکماً عدلًا (بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب نزول عیسی ابن مریم) کے خطاب سے بھی نوازا کے وہ حکم عدل ہو کر آئے گا۔ چنانچہ اپنے اس مقام کی وضاحت کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں:

''میری حیثیت ایک معمولی مولوی کی حیثیت نہیں ہے بلکہ میری حیثیت سنن انبیاء کی سی حیثیت ہے مجھے ایک سماوی آدمی مانو پھر یہ سارے جھگڑے اور تمام نزاعیں جو مسلمانوں میں پڑی ہوئی ہیں ایک دم میں طے ہو سکتی ہیں جو خدا کی طرف سے مامور ہو کر حکم بن کر آیا ہے جو معنے قرآن شریف کے وہ کرے گا وہی صحیح ہوں گے۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ399)

سورۃ جمعہ کی اس مندرجہ بالا آیت کو حضورؑ اپنے حق میں پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جو کچھ اللہ نے چاہا تھا اس کی تکمیل دو ہی زمانوں میں ہونی تھی ایک آپ ﷺ کا زمانہ اور ایک آخری مسیح و مہدی کا زمانہ یعنی ایک زمانہ میں تو قرآن اور سچی تعلیم نازل ہوئی لیکن اس تعلیم پر فیج اعوج کے زمانہ نے پردہ ڈال دیا جس پردہ کا اٹھایا جانا مسیح کے زمانہ میں مقدر تھا جیسے کہ فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک تو موجودہ جماعت یعنی جماعت صحابہ کرامؓ کا تزکیہ کیا اور ایک آنے والی جماعت کا جس کی شان میں

لما یلحقوا بھم

آیا ہے سو یہ ظاہر ہے کہ خدا نے بشارت دی کہ ضلالت کے وقت اللہ تعالیٰ اس دین کو ضائع نہ کرے گا بلکہ آنے والے زمانہ میں خدا حقائق قرآنیہ کو کھول دے گا۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ 25)

سب سے پہلے اس ضمن میں حضور علیہ السلام کے وہ حوالہ جات پیش کئے جاتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ آنے والا مسیح موعود ہی قرآن کا سچا خادم ہوگا۔

مسیح موعودؑ بحیثیت معلم قرآن

آنے والے مسیحؑ کی ایک دوہری فضیلت یہ بتائی گئی تھی کہ نہ صرف یہ کہ وہ قرآن سکھائے گا بلکہ یہ کہ براہ راست خدا تعالیٰ سے سیکھ کر آگے لوگوں کو سکھائے گا۔ خدا نے مجھے علم قرآن عطا کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر آشوب دور میں جس خاص نعمت یعنی قرآنی علوم سے آپ کو نوازا تھا حضورؑ نے مختلف مقامات پر اسے تحدیث نعمت کے طور پر بیان فرمایا اور کھلے عام لوگوں کو اس مائدہ روحانی سے فیضیاب ہونے کی دعوت دی۔ سو آپ بڑے درد سے امت کو اس طرف دعوت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میں ہر ایک مسلمان کی خدمت میں نصیحتاً کہتا ہوں کہ اسلام کے لئے جاگو کہ اسلام سخت فتنہ میں پڑا ہے۔ اس کی مدد کرو اب یہ غریب ہے اور میں اس لئے آیا ہوں اور مجھے خدا تعالیٰ نے علم قرآن بخشا ہے اور حقائق معارف اپنی کتاب کے میرے پر کھولے ہیں اور خوارق مجھے عطا کئے ہیں سو میری طرف آؤ تا اس نعمت سے تم بھی حصہ پاؤ۔'' (روحانی خزائن جلد 6برکات الدعاء صفحہ 37)

مسیح موعود کے ذریعہ قرآن کے اسرار کھلے

حضورؑ نے مسیح موعود کے وقت کو قرآنی اسرار کے کھلنے کا وقت قرار دیا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''قرآن شریف کے لئے تین تجلیات ہیں وہ سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے ذریعہ سے نازل ہوا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذریعہ اس نے زمین پر اشاعت پائی اور مسیح موعود کے ذریعہ سے بہت سے پوشیدہ اسرار اس کے کھلے وَلِکُلِّ اَمْرٍ وَقتٍ مَعْلُوم اور جیسا کہ آسمان سے نازل ہوا تھا ویسا ہی آسمان تک اس کا نور پہنچا اور آنحضرت ﷺ کے وقت میں اس کے تمام احکام کی تکمیل ہوئی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے وقت میں اس کے ہر ایک پہلو کی اشاعت کی تکمیل ہوئی اور مسیح موعود کے وقت میں اس کے روحانی فضائل اور اسرار کے ظہور کی تکمیل ہوئی۔''

(براھین احمدیہ روحانی خزائن جلد 21صفحہ 66)

قرآن کے صحیح معنے

''یہ بات واقعی سچ ہے کہ جو مسلمان ہیں وہ قرآن شریف کو بالکل نہیں سمجھتے لیکن اب خدا کا ارادہ ہے کہ صحیح معنی قرآن کے ظاہر کرے خدا نے مجھے اسی لئے مامور کیا ہے اور میں اس کے الہام اور وحی سے قرآن شریف کو سمجھتا ہوں۔''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 450)

حضورؐ کو دیئے گئے قرآنی علوم کا خلاصہ

جو اصولی علومِ قرآنی آپ ؐ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطاء کئے گئے حضرت مصلح موعودؓ نے انہیں تفصیل سے اپنی تصنیف دعوت الامیر میں بیان فرمایا ہے ان کا خلاصہ خاکسار بیان کئے دیتا ہے۔

پہلا اصولی علم

آپ کی آمد سے قبل قرآن ایک مردہ کتاب سمجھی جاتی تھی اور عوام الناس یہی خیال کرتے تھے کہ بزرگان سلف اس کے جو معنے کر گئے سو کر گئے اب مزید کی گنجائش نہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ علم دیا کہ جیسے اللہ کی مادی پیدائش اپنے اندر بے انتہاء اسرار رکھتی ہے اسی طرح اس کا کلام بھی اپنے اندر بے انتہاء معانی و مطالب رکھتا ہے۔

دوسرا اصولی علم

دوسرا اصولی علم آپ کو یہ دیا گیا کہ قرآن میں کوئی دعویٰ بلا دلیل نہیں ہے۔ اس اصل سے علوم کے انکشاف کا ایک نیا دروازہ کھل گیا۔

تیسرا اصولی علم

تیسرا اصولی علم آپ کو یہ دیا گیا کہ انسانی عقل کوئی شبہ یا وسوسہ قرآنی تعلیم کے بارہ میں پیدا کرلے تو اس کا جواب بھی قرآن کے اندر موجود ہے۔ بلکہ آپ نے عملاً ہر قسم کے وساوس کا جواب قرآن سے دے کر اس دعوے کو ثابت کر کے دکھایا۔

چوتھا اصولی علم

آپ کو یہ دیا گیا کہ سب لوگ یہ دعویٰ تو کرتے تھے کہ قرآن کریم سب کتب پر افضل ہے مگر باقی کتب سماوی یا دیگر تصانیف پر قرآن کو کیا فضیلت حاصل ہے کسی نے بیان نہ کیا تھا اس مضمون کو آپ نے قرآن کریم کے بیان کردہ دلائل سے اس طرح ثابت فرمایا کہ بے اختیار انسان کا دل قرآن پر قربان ہونے لگتا ہے۔

پانچواں اصولی علم

آپ کو یہ دیا گیا کہ قرآن ذوالمعانی ہے اور اس کے کئی بطون ہیں۔ اور یہ کہ ہر قسم کا آدمی اپنے فہم اور استعداد کے مطابق اس میں علوم تلاش کرسکتا ہے۔

چھٹا اصولی علم

آپ کو یہ دیا گیا کہ قرآن میں روحانی علوم کے علاوہ وہ تمام مادی علوم بھی ہیں جن کا معلوم ہونا انسان کے لئے ضروری ہے۔ نیز یہ کہ ان کا انکشاف زمانہ کی ترقی کے ساتھ ساتھ بڑھتا جاتا ہے۔

ساتواں اصولی علم

آپ کو یہ دیا گیا کہ تفسیر قرآن کے بارہ میں آپ کو وہ اصول سکھائے گئے جن کو مد نظر رکھ کر انسان تفسیر کرنے میں غلطی سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ ان اصول تفسیر کو اگلے صفحات میں بیان کیا جائے گا۔

آٹھواں اصولی علم

آپ کو یہ دیا گیا کہ قرآن کریم سے تمام روحانی ترقیات کے مدارج یکجائی طور پر آپ کو سکھائے گئے۔

نواں اصولی علم

آپ کو یہ دیا گیا کہ قرآن کریم تمام کا تمام کیا سورتیں اور کیا آیتیں سب کا سب ایک خاص ترتیب اپنے اندر رکھتا ہے۔ خواہ جس نہج پر بھی اس کی تفسیر کی جائے اس کی یہ ترتیب قائم رہے گی۔

دسواں اصولی علم

آپ کو یہ دیا گیا کہ قرآن کریم میں انسان کو نیکیوں اور بدیوں کے چشمے بتائے ہیں۔ کہ کونسی نیکیاں مزید نیکیاں پیدا کرتی ہیں اور کونسی بدیاں مزید بدیوں پر منتج ہوتی ہیں۔ اس علم سے انسان اخلاق کی اصلاح کرسکتا ہے۔

گیارہواں اصولی علم

گیارہواں اصولی علم آپ کو یہ دیا گیا کہ سورۃ الفاتحہ سارے قرآن کا خلاصہ ہے اور

باقی ساراقرآن بمنزلہ متن کے ہے۔اورکل اصولی مسائل اس میں بیان کئے گئے ہیں۔اورپھراس سورۃ کی ایک مفصل اورضخیم تفسیر آپؑ نے شائع فرمائی۔

(انوار العلوم جلد 7 دعوت الامیر صفحہ 514.512)

آپ کی بیان فرمودہ تفسیر اور اصولِ تفسیر

حضور علیہ السلام نے قرآن کریم کی ایک عظیم خدمت یہ فرمائی کہ اس کی حقیقی تفسیر دنیا کے سامنے پیش فرمائی۔آپ کا تمام علم کلام قرآن کی تفسیر سے بھرا ہوا ہے۔ آپؑ کی 80 سے زائد تصانیف،ملفوظات،اشتہارات اور مکتوبات اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔اس ضمن میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی ایک روایت پیش کی جاتی ہے۔

حضرت مولانا نورالدینؓ کی ایک روایت

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ بارہا فرمایا کرتے تھے کہ

''میں جب حضرت صاحب کی مجلس میں آپؑ کے منہ سے قرآن شریف کی کسی آیت کی لطیف تفسیر سنتا ہوں تو میں دل میں سوچتا ہوں کہ میں نے سارے جہان کی تفسیریں جمع کیں اور پڑھیں اور خود بھی ہمیشہ قرآن شریف کے درس و تدریس میں مصروف رہتا ہوں مگر ایسی اعلیٰ تفسیر نہ میں نے کہیں پڑھی اور نہ خود مجھے سوجھی میں تو ایسی ہی خوبیوں کے واسطے مرزا کے در پر دھونی رمائے بیٹھا ہوں۔''

(الفرقان مئی 1954ء صفحہ25)

آپؑ کے بیان فرمودہ اصول تفسیر

حضورؑ نے تفسیر قرآن کے سات اصول بیان فرمائے جن میں سے پہلے پانچ پر تو علماء اسلام کا اتفاق تھا آپ نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر دو کا مزید اضافہ فرمایا آپؑ فرماتے ہیں:

''سو جاننا چاہئے کہ سب سے اوّل معیار تفسیر صحیح کا شواہد قرآنی ہیں۔ یہ بات نہایت توجّہ سے یاد رکھنی چاہیئے کہ قرآن کریم اور معمولی کتابوں کی طرح نہیں جو اپنی صداقتوں کے ثبوت یا انکشاف کے لئے دوسرے کا محتاج ہو۔ وہ ایک ایسی متناسب عمارت کی طرح ہے جس کی ایک اینٹ ہلانے سے تمام عمارت کی شکل بگڑ جاتی ہے۔اس کی کوئی صداقت ایسی نہیں ہے جو کم سے کم دس یا بیس شاہد اس کے خود اُسی میں موجود نہ ہوں۔سو اگر ہم قرآن کریم کی ایک آیت کے ایک معنے کریں تو ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ ان معنوں کی تصدیق کیلئے دوسرے شواہد قرآن کریم سے ملتے ہیں یا نہیں۔اگر دوسرے شواہد دستیاب نہ ہوں بلکہ ان معنوں کے دوسری آیتوں سے صریح معارض پائے جاویں تو ہمیں سمجھنا چاہیئے کہ وہ معنی بالکل باطل ہیں۔کیونکہ ممکن نہیں کہ قرآن کریم میں اختلاف ہو۔اور سچّے معنوں کی یہی نشانی ہے کہ قرآن کریم میں سے ایک لشکر شواہد بیّنہ کا اس کا مصدق ہو۔

دوسرا معیار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی تفسیر ہے۔اس میں کچھ شک نہیں کہ سب سے زیادہ قرآن کے معنے سمجھنے والے ہمارے پیارے اور بزرگ نبی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم تھے۔پس اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے کوئی تفسیر ثابت ہو جائے تو مسلمان کا فرض ہے کہ بلا توقف اور بلا دغدغہ قبول کرے نہیں تو اُس میں الحاد اور فلسفیت کی رگ ہوگی۔

تیسرا معیار صحابہ کی تفسیر ہے۔ اِس میں کچھ شک نہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت کے نوروں کو حاصل کرنے والے اور علم نبوت کے پہلے وارث تھے اور خدا تعالیٰ کا اُن پر بڑا فضل تھا اور نصرتِ الٰہی اُن کی قوتِ مدرکہ کے ساتھ تھی۔ کیونکہ اُن کا نہ صرف قال بلکہ حال تھا۔

چوتھا معیار خود اپنا نفسِ مطہر لے کر قرآن کریم میں غور کرنا ہے۔کیونکہ نفسِ مطہرہ سے قرآن کریم کو مناسبت ہے۔اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے

لَایَمَسُّهٗۤ اِلَّاالْمُطَهَّرُوْن (الواقعه : 80)

یعنی قرآن کریم کے حقائق صرف اُن پر کھلتے ہیں جو پاک دل ہوں۔کیونکہ مطہر القلب انسان پر قرآن کریم کے پاک معارف بوجہ مناسبت کھل جاتے ہیں اور وہ اُن کو شناخت کر لیتا ہے اور سُونگھ لیتا ہے۔اور اُس کا دل بول اُٹھتا ہے۔کہ ہاں یہی راہ سچّی ہے۔اور اُس کا نورِ قلب سچائی کی پرکھ کیلئے ایک عمدہ معیار ہوتا ہے۔ پس جب تک انسان صاحبِ حال نہ ہو اور اِس تنگ راہ سے گزرنے والا نہ ہو جس سے انبیاء علیہم السلام گزرے ہیں۔تب تک مناسب ہے کہ گستاخی اور تکبّر کی جہت سے مفسّر القرآن نہ بن بیٹھے ورنہ وہ تفسیر بالرائے ہوگی جس سے نبی علیہ السلام نے منع فرمایا ہے اور کہا ہے کہ مَنْ فَسَّرَ الْقُرْاٰنَ بِرَأْیِهٖ فَاَصَابَ فَقَدْ اَخْطَا یعنی جس نے صرف اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کی۔اور اپنے خیال میں

اچھی کی۔تب بھی اُس نے بُری تفسیر کی۔

پانچواں معیار لغت عرب بھی ہے لیکن قرآن کریم نے اپنے وسائل آپ اس قدر قائم کر دیئے ہیں کہ چنداں لغات عرب کی تفتیش کی حاجت نہیں ہاں موجب زیادتِ بصیرت بے شک ہے بلکہ بعض اوقات قرآن کریم کے اسرار مخفیہ کی طرف لغت کھودنے سے توجہ پیدا ہو جاتی ہے اور ایک بھید کی بات نکل آتی ہے۔

چھٹا معیار روحانی سلسلہ کے سمجھنے کے لئے سلسلہ جسمانی ہے۔کیونکہ خداوند تعالےٰ کے دونوں سلسلوں میں بکلّی تطابق ہے۔

ساتواں معیار وحی ولایت اور مکاشفاتِ محدثین ہیں اور یہ معیار گویا تمام معیاروں پر حاوی ہے کیونکہ صاحب وحی محدثیت اپنے نبی متبوع کا پورا ہمرنگ ہوتا ہے اور بغیر نبوّت اور تجدید احکام کے وہ سب باتیں اُس کو دی جاتی ہیں جو نبی کو دی جاتی ہیں اور اُس پر یقینی طور پر سچی تعلیم ظاہر کی جاتی ہے اور نہ صرف اس قدر بلکہ اُس پر وہ سب امور بطور انعام واکرام کے وارد ہو جاتے ہیں جو نبی متبوع پر وارد ہوتے ہیں۔''

(برکات الدعا روحانی خزائن جلد 6صفحہ17تا20)

اب ان ساتوں معیار تفسیر کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم باقی تمام تفاسیر کو بھی جانچ سکتے ہیں کہ وہ کس معیار کی ہیں اور حضورؑ کے بیان فرمودہ معیار پر پورا اترتی ہیں کہ نہیں۔

تفسیر بالرائے

تفسیر بالرائے کے بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''تفسیر قرآن میں دخل دینا بہت نازک امر ہے مبارک اور سچا دخل اس کا ہے جو روح القدس سے مدد لے کر دخل دے ورنہ علوم مروّجہ کا لکھنا دنیا داروں کی چالاکیاں ہیں۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 505)

علم قرآن عطا کئے جانے کی پیشگوئی

علم قرآن کے بارہ میں اپنی ایک پیشگوئی کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''پھر ایک پیشگوئی جو براہین۔میں درج ہے اور وہ یہ ہے الرحمٰن علم القرآن اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے علم قرآن کا وعدہ دیا تھا سو اس وعدہ کو ایسے طور سے پورا کیا کہ اب کسی کو معارف قرآنی میں مقابلہ کی طاقت نہیں۔''

(انجام آتھم روحانی خزائن جلد 11صفحہ293)

تفسیر نویسی میں مقابلہ کا چیلنج

اس بات پر دلیل کہ واقعی آپؑ کو اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے علوم قرآن سکھائے گئے تھے آپ کا تفسیر نویسی کا چیلنج ہے جو آپ کے دعویٰ کی صداقت کا ایک زبردست ثبوت بھی ہے۔چنانچہ آپؑ نے بہانگ دہل فرمایا:

''مجھے خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ مجھے قرآن کے حقائق اور معارف کے سمجھنے میں ہر ایک روح پر غلبہ دیا گیا ہے اور اگر کوئی مولوی مخالف میرے مقابل پر آتا جیسا کہ میں نے قرآنی تفسیر کے لئے بار بار ان کو بلایا تو خدا اس کو ذلیل اور شرمندہ کرتا سوفہم قرآن جو مجھ کو عطا کیا گیا یہ اللہ جل شانہ کا ایک نشان ہے میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ عنقریب دنیا دیکھے گی کہ میں اس بیان میں سچا ہوں۔''

(روحانی خزائن جلد 12 سراج منیر صفحہ 41)

ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

پھر آپؑ نے اس خداداد علم قرآن کے مقابل پر ہر بڑے سے بڑے عالم کو للکارا مگر کسی کو مقابلہ پہ آنے کی طاقت نہ ہوئی آپؑ فرماتے ہیں:

''میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر کوئی مولوی ملک کے تمام مولویوں میں سے معارف قرآنی میں مجھ سے مقابلہ کرنا چاہے اور کسی سورۃ کی ایک تفسیر میں لکھوں اور ایک کوئی اور مخالف لکھے تو وہ نہایت ذلیل ہو گا اور مقابلہ نہیں کر سکے گا اور یہی وجہ ہے کہ باوجود اصرار کے مولویوں نے اس طرف رخ نہیں کیا۔پس یہ ایک عظیم الشان نشان ہے مگر ان کیلئے جو انصاف اور ایمان رکھتے ہیں۔''

(انجام آتھم روحانی خزائن جلد 11صفحہ293)

آپ کی ساری زندگی اس بات پر شاہد ہے کہ آپ کی زندگی میں تو در کنار آپ کی وفات کے بعد بھی کسی کو اس چیلنج کے قبول کرنے کی توفیق نہ ہوئی چنانچہ آپ اس نشان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''چوتھا نشان قرآن کریم کے دقائق اور معارف کا ہے کیونکہ معارف قرآن اس شخص کے سوا اور کسی پر نہیں کھل سکتے جس کی تطہیر ہو چکی ہو

لایمسّہ الاّالمُطَھّرون (الواقعہ : 80)
میں نے کئی مرتبہ کہا ہے کہ میرے مخالف بھی ایک سورۃ کی تفسیر کریں اور میں بھی تفسیر کرتا ہوں پھر مقابلہ کرلیا جاوے مگر کسی نے جرأت نہیں کی۔‘‘
(ملفوظات جلد اول 183)

چنانچہ ایک دفعہ علم قرآن کی پیشگوئی کرنے کے بعد آپؑ نے کرامات الصادقین تحریر فرمائی مگر کوئی مقابلہ پہ نہ آسکا اسی طرح سورۃ الفاتحہ کی تفسیر کا چیلنج دیا اور اعجاز المسیح تصنیف فرمائی مگر کسی کو جرأت نہ ہوئی۔

قرآن کریم میں موجود نظام مفردات

قرآن کریم اپنے مضامین کے تنوع کے لحاظ سے ایک بحر ذخار ہے اور حضورؑ نے اس کے بنیادی مضامین کو مختلف مقامات پر خوب وضاحت سے بیان فرمایا ہے چنانچہ آپؑ نے اپنی تصنیف منن الرحمان میں جہاں عربی کا ام الالسنۃ ہونا ثابت فرمایا وہاں یہ بھی فرمایا کہ دراصل یہ الہامی زبان ہے جس نے نہایت فصاحت وبلاغت اور اختصار کے ساتھ قرآن کریم کے تمام مضامین کو اپنے اندر سمویا ہوا ہے آپؑ فرماتے ہیں’’ سو قرآن کریم نے ہر یک لفظ کو اپنے محل پر رکھ کر دنیا کو دکھلا دیا کہ عربی کے مفردات کس کس محل پر آسکتے ہیں اور کیسے وہ الٰہیات کے خادم اور نہایت دقیق امتیاز باہمی رکھتے ہیں اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ قرآن کریم دس قسم کے نظام مفردات پر مشتمل ہے۔

(1) ایسے مفردات کا نظام جن میں بیان وجود باری اور دلائل وجود باری اور نیز خدا تعالیٰ کی ایسی صفات اور اسماء اور افعال اور سنن اور عادات کا بیان ہے کہ جو باہمی امتیازوں کے ساتھ اللہ جلّ شانہ کی ذات سے مخصوص ہیں اور نیز وہ کلمات جو اس کی اس کامل مدح اور ثناء کے متعلق ہیں جو بیان جلال اور جمال اور عظمت اور کبریائی کے بارے میں ہیں۔

(2) ان مفردات کا نظام جو توحید باری اور دلائل توحید باری پر مشتمل ہیں۔

(3) ان مفردات کا نظام جن میں وہ صفات اور افعال اور اعمال اور عادات اور کیفیات روحانیہ یا نفسانیہ بیان کی گئی ہیں جو باہمی امتیازوں کے ساتھ خدا تعالیٰ کے سامنے اس کی مرضی کے موافق یا خلاف مرضی بندوں سے صادر ہوتی ہیں یا ظہور و بروز میں آتی ہیں۔

(4) ان مفردات کا نظام جو وصایا اور تعلیم اخلاق اور عقائد اور حقوق اللہ اور حقوق العباد اور علوم حکمیہ اور حدود اور احکام اور اوامر اور نہی اور حقائق اور معارف کے رنگ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے کامل ہدایتیں ہیں۔

(5) ان مفردات کا نظام جن میں بیان کیا گیا ہے کہ نجات حقیقی کیا شے ہے اور اس کے حصول کے لئے حقیقی وسائل اور ذرائع کیا کیا ہیں اور نجات یافتہ مومنوں اور مقربوں کے آثار اور علامات کیا ہیں۔

(6) ان مفردات کا نظام جن میں بیان کیا گیا ہے کہ اسلام کیا شے ہے اور کفر اور شرک کیا شے ہے اور اسلام کی حقیت پر دلائل اور نیز اعتراضات کی مدافعت ہے۔

(7) ایسے مفردات کا نظام جو مخالفین کے تمام عقائد باطلہ کا رد کرتے ہیں۔

(8) ایسے مفردات کا نظام جو انذار اور تبشیر اور وعد اور وعید اور عالم معاد کے بیان کے رنگ میں یا معجزات کی صورت میں یا مثالوں کے طور پر ایسی پیشگوئیوں کی صورت میں جو موجب زیادت ایمان یا اور مصالح پر مشتمل ہوں ایسے قصوں کی طرز میں جو تنبیہ یا ڈرانے یا خوشخبری دینے کی غرض سے ہوں مرتب کیا گیا ہے۔

(9) ایسے مفردات کا نظام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح اور پاک صفات اور آنجناب کی پاک زندگی کے اعلیٰ نمونہ پر مشتمل ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دلائل کاملہ بھی ہیں۔

(10) ایسے مفردات کا نظام جو قرآن کریم کے صفات اور تاثیرات اور اس کے ذاتی خواص کو بیان کرتے ہیں۔

یہ دسوں نظام وہ ہیں جو اپنے کمال تام کی وجہ سے دسوں دائروں کی طرح قرآن میں پائے جاتے ہیں جن کو دوائرِ عشرہ سے موسوم کر سکتے ہیں۔
(منن الرحمن روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 151-150 حاشیہ)

قرآن کی معنوی حفاظت

خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں حفاظت قرآن کا وعدہ فرمایا ہے اور لفظی اور معنوی ہر دو قسم کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے اور اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے قرآن کی اشاعت وحفاظت کے لئے رسول کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا جن کا مقصد حیات یہ تھا آپ ﷺ نے لفظی حفاظت کے لئے کاتبین وحی اور قرآن مجید کے ابتدائی نسخوں کی صورت میں اس کی حفاظت کا انتظام فرمایا قرونِ اولیٰ میں معنوی حفاظت کی نسبت

لفظی حفاظت کی اشد ضرورت تھی لیکن وقت کے ساتھ ساتھ مختلف مفسرین اور مستشرقین کی مختلف الانواع تفاسیر کی وجہ سے قرآن کے معنوں میں ایسی ایسی تبدیلیاں کی گئیں جو خود قرآنی تعلیمات کے ہی خلاف تھیں اور آخری زمانہ میں معنوی حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو مبعوث فرمایا اس ضمن میں حضور فرماتے ہیں:

''قرآن کے بڑے فائدے دو ہیں جن کے پہنچانے کے لئے آنحضرت ﷺ تشریف لائے ایک حکمت فرقان یعنی معارف و دقائق قرآن دوسری تاثیر قرآن جو موجب تزکیہ نفوس ہے اور قرآن کی حفاظت صرف اس قدر نہیں جو اس کے صحف مکتوبہ کو خوب نگہبانی سے رکھیں کیونکہ ایسے کام تو اوائل حال میں یہود اور نصاریٰ نے بھی کئے یہاں تک کہ توریت کے نکتے بھی گن رکھے تھے بلکہ اس جگہ مع حفاظت ظاہری حفاظت فوائد و تاثیرات قرآنی مراد ہے اور وہ موافق سنت اللہ کے تبھی ہو سکتی ہے کہ جب وقتاً فوقتاً نائب رسول آویں جن میں ظلّی طور پر رسالت کی تمام نعمتیں موجود ہوں جن کو وہ تمام برکات دی گئی ہوں جو نبیوں کو دی جاتی ہوں جیسا کہ ان آیات میں اسی امر کی طرف اشارہ ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْناً يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئاً وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ ○

(النور: 56)

(روحانی خزائن جلد 6 شہادت القرآن ص 339)

عظمتِ قرآن کو دلوں میں قائم کرنا

حضورؑ کی بعثت کی اصل غرض قرآن کی حیاتِ نو تھی چنانچہ آپ نے اپنی ساری زندگی اس اہم کام کے لئے وقف رکھی اور قرآن کے اس کثرت سے فضائل و برکات بیان فرمائے کہ اپنے ماننے والوں کے دلوں کو عظمت قرآن سے بھر دیا۔ آپ کے بیان فرمودہ فضائل قرآن اپنی ذات میں ایک الگ مضمون ہے جو بعد میں بیان ہوگا انشاءاللہ۔ حضورؑ اپنی بعثت کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میں حکم ہو کر قرآن مجید اور رسول اکرم ﷺ کی عظمت قائم کرنے کے لئے دنیا میں آیا ہوں''

(نزول المسیح روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 424)

چنانچہ آپؑ نے اس عظیم خدمت کا بھی خوب خوب حق ادا فرمایا کہ آج آپ کی جماعت کے دل اس عظمت سے بھرے پڑے ہیں اور وہ آگے اس عظمت کو قائم کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور انشاءاللہ تا قیامت اس خدمت پر لگے رہیں گے اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

چھٹی خدمت، قرآن کی خوبیاں ظاہر کرنا

قرآن جو دراصل کتاب مکنون ہے اس کی چھپی ہوئی اور مستور خوبیوں کو آپؑ نے بڑی شدّ ومدّ سے دنیا پر ظاہر فرمایا اور سورۃ الجمعۃ کی ابتدائی آیات میں اسی کی پیشگوئی کی گئی تھی:

''قرآن کریم جس کا دوسرا نام ذکر ہے اُس ابتدائی زمانہ میں انسان کے اندر چھپی ہوئی اور فراموش شدہ صداقتوں اور ودیعتوں کو یاد دلانے کے لئے آیا تھا اس زمانہ میں بھی آسمان سے ایک معلم آیا جو وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ کا مصداق اور موعود ہے وہ وہی ہے جو تمہارے درمیان بول رہا ہے۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ 60)

''میری کتابیں اسرار قرآنی سے پُر ہیں''

فرمایا ''سو میں ان ہی باتوں کا مجدد ہوں اور یہی کام ہیں جن کے لئے میں بھیجا گیا ہوں اور منجملہ ان امور کے جو میرے مامور ہونے کی علّت غائی ہیں مسلمانوں کے ایمان کو قوی کرنا ہے اور ان کو خدا اور اس کی کتاب اور اس کے رسول کی نسبت ایک تازہ یقین بخشنا اور یہ طریق ایمان کی تقویت کا دو طور سے میرے ہاتھ سے ظہور میں آیا ہے اوّل قرآن شریف کی تعلیم کی خوبیاں کرنی اور اس کے اعجازی حقائق اور معارف اور انوار اور برکات کو ظاہر کرنے سے جن سے قرآن شریف کا منجانب اللہ ہونا ثابت ہوتا ہے چنانچہ میری کتابوں کو دیکھنے والے اس بات کی گواہی دے سکتے ہیں کہ وہ کتابیں قرآن شریف کے عجائب اسرار اور نکات سے پر ہیں۔''

(روحانی خزائن جلد 13 کتاب البریہ صفحہ 294 حاشیہ)

زمانہ مہدیؑ اور سائنسی کرامات

محمود احمد ناگی۔ جارجیا، یوایس اے

حضرت مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ السلام اس دنیا میں انیسویں صدی عیسوی میں تشریف لائے۔ آپ کے بارے میں ہمارے پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ سے خبریں پا کر جو پیش گوئیاں کی تھیں آپ اُن کے مصداق ٹھہرے۔ یہ روایات ہم تک احادیثِ مبارکہ سے پہنچی ہیں جو من و عن پوری ہوچکیں۔ آپ کے دعویٰ نبوت کے بعد تمام آسمانی نشان آپ کے حق میں روزِ روشن کی طرح پورے ہوئے۔ یہاں تک کہ معاندینِ احمدیت نے بھی کسوف وخسوف کا آسمانی نشان اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھا۔ قرآن شریف کی بہت سی آیات مہدیٔ علیہ السلام کے زمانے میں ہونے والی حیرت انگیز سائنس کی ترقیات پر صداقت کی مہر ثبت کر رہی ہیں۔ آپ مامور من اللہ اور خدا کے فرستادہ ہیں۔ جب آپ دنیا میں بھجوائے گئے تو دنیا ایک عظیم انقلاب کی طرف پیش قدمی کرنے لگی۔ سائنسی کرشمے ایجادات کی صورت رونما ہونے لگے۔ ایسی غیر معمولی ایجادات نہ پہلے کبھی منظرِ عام پر آئیں اور نہ شاید دوبارہ آئیں۔ خدا تعالیٰ نے ریسرچ کرنے والوں کے دماغوں میں ایسے خیالات ڈالے جس میں بنی نوع انسان کی بھلائی ہو۔ کچھ ایجادیں ایسی بھی ہیں جو کہ محض حادثاتی طور پر سائنسی افق پر نمودار ہوئیں اور اس صدی کی بڑی ایجادات میں شمار ہوتی ہیں۔ ایجادات کے یہ شاہکار یونہی منظرِ عام پر نہیں ابھرے ان کے پیچھے ضرور خدائی ہاتھ تھا۔ حضرتِ مہدیؑ کو خدا تعالیٰ نے اسلام کی احیائے نو کے لئے مبعوث کیا۔ آپ کے زمانے کی یہ ترقیات انشاء اللہ تعالیٰ بگڑی ہوئی قوموں کو راہِ راست پر لانے کا سبب بنیں گی۔ اس طرح اقوام عالم حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور ان کی جماعت کی بدولت خدا تعالیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر کار پہچان لیں گی خدا کرے ایسا ہی ہو۔ آپؑ کی ولادت باسعادت 1835ء میں ہندوستان کی ایک گمنام بستی قادیان میں ہوئی۔ آپ نے دنیا کے دینی ارتقاء کے لئے جو انمول روحانی خزائن تقسیم کئے وہ نوعِ انسانی کے لئے تا قیامت سنگِ میل کی حیثیت رکھیں گے۔ آپ کی کتب کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔ قرآن اور احادیث کی کتب کے بعد آپ کی تصانیف کا کوئی ثانی نہیں۔ آپ نے اپنی کتب میں مذاہبِ عالم کے اسلام پر تمام اعتراضات کا مدلّل جواب قرآن مجید کی روشنی میں تحریر فرمایا۔ آپ 1908ء میں اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے جس کے بعد آپ کے مشن کو جاری وساری رکھنے کے لئے خدا تعالیٰ نے جماعت میں قدرتِ ثانیہ یعنی خلافت کا نظام جاری کیا ہوا ہے۔ اسوقت حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جماعت احمدیہ عالمگیر کی رہنمائی کر رہے ہیں۔

میں اس وقت مختصراً ان سائنسی ایجادات اور انجینئرنگ کے شاہکاروں کا ذکر کرتا ہوں جو آپ کے زمانے میں یعنی انیسویں صدی کے بڑے حصہ میں اور بیسویں صدی کی پہلی دہائی میں ظہور پذیر ہوئے۔ و ما توفیقی الّا باللّٰہ۔

انجینئرنگ کے شاہکار

خدا تعالیٰ قرآنِ حکیم میں کچھ انجینئرنگ کے شاہکاروں کا ذکر یوں کرتا ہے۔ وَ اِذَاالۡبِحَارُ سُجِّرَتۡ (سورۃ الانفطار:7)۔ (اور جب سمندر پھاڑے جائیں گے)۔ مَرَجَ الۡبَحۡرَیۡنِ یَلۡتَقِیٰنِ (سورۃ الرحمٰن:20) (وہ دو سمندروں کو ملا دے گا جو بڑھ بڑھ کر ایک دوسرے سے ملیں گے)۔ قرآن کریم کی ان آیاتِ مبارکہ میں یہ پیش گوئی کی گئی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں دو بڑے سمندروں کو آپس میں ملایا جائے گا۔ انجینئرنگ کے دو شاہکار نہر سویز اور نہر پانامہ 1869ء اور 1914ء میں معرضِ وجود میں آئے۔ نہر سویز بحیرہ احمر (Red Sea) اور بحیرہ روم (Sea Mediterranean) اور نہر پانامہ بحرِ اوقیانوس (Atlantic Ocean) اور بحرالکاہل (Pacific Ocean) کو آپس میں ملاتی ہیں۔ نہر سویز مصر میں واقع ہے اس کی لمبائی 193 کلومیٹر، گہرائی 26 فٹ اور چوڑائی 673 فٹ ہے۔

اس کی جغرافیائی پوزیشن کی وجہ سے یہ مشرق اور مغرب کو ملانے والی سب سے بڑی مصنوعی نہر ہے۔اس کی تعمیر سے پہلے آبی سفر اور تجارتی بحری جہاز (Cape of Good Hope) کے لمبے راستے سے جاتے تھے۔نہر پانامہ کی تعمیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں شروع ہوئی اور آپ کی وفات کے چند سالوں کے بعد 1914ء میں مکمل ہوئی۔اس نہر کی لمبائی 77 کلومیٹر ہے۔اس نہر کو دنیا کا مشکل ترین انجینئرنگ پراجیکٹ کہا جاتا ہے۔اس کے ذریعے آبی راستہ تقریباً نصف رہ گیا ہے۔یہ راستہ نہ صرف چھوٹا بلکہ تیز اور محفوظ ترین ہے اور تجارت کے لیے نہایت موزوں۔

پرنٹنگ پریس اور ٹیلی گراف:۔ قرآن شریف کی سورۃ التکویر میں یہ پیش گوئی درج ہے۔ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ (اور جب کتابیں پھیلائی جائیں گی)۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دور میں دنیا بھر میں لائبریریاں قائم ہوئیں اور پرنٹنگ پریس سے اشاعت کا کام تیز تر ہوا۔اخبارات اور رسائل بڑی تعداد میں دنیا کے کونے کونے تک پہنچنے لگے۔اس طرح علم عام ہونے لگا۔حضرت مسیح موعودؑ کی لائبریری میں دوسرے ممالک سے مذاہب پر بہت سی کتب موجود تھیں اور آپ ان سے بھی استفادہ فرماتے تھے۔آپ کے زمانہ میں تار کے نظام نے اسقدر ترقی کی کہ پلک جھپکتے ہی اطلاعات اور پیغامات ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچنے لگے۔تار کا نظام برقی مقناطیس کا مرہونِ منت ہے جو سیمول مورس (Samuel Morse) نے 1838ء میں دنیا کو دیا۔یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دور کی چند بڑی ایجادوں میں سے ہے۔اس کے ذریعے سے امریکہ یورپ اور باقی دنیا آپس میں جڑ گئی ہے۔

اتفاقیہ ایجادات:۔ وہ اتفاقیہ ایجادات جنہوں نے انسانی زندگی کو ان گنت فوائد بہم پہنچائے وہ گنی چنی ہیں۔حضرت مہدی علیہ السلام کے زمانے میں کم از کم تین اتفاقیہ ایجادات دنیا نے دیکھیں۔ان اتفاقیہ ایجادات کو کرشمہ یا معجزہ کہا جائے تو مناسب ہوگا۔انہوں نے بنی نوع انسان کی ایک صدی سے زائد خدمت کی ہے اور آئندہ بھی ہم سب ان سہولتوں سے مستفید ہوتے رہیں گے۔

ایکس ریز (x-rays) کی ایجاد 1895ء میں ایک جرمن ماہر طبیعات (Physicist) ولہم کونرڈ رونٹج (Wilhelm Conard Rontgen) سے محض حادثاتی طور پر ایجاد ہوئی۔وہ اپنی تجربہ گاہ میں شعاعوں پر تحقیق کر رہا تھا کہ اس نے مشاہدہ کیا کہ کچھ دور ایک سکرین جس پر کوئی پینٹ کیا ہوا تھا یکایک سبز ستاروں کی طرح جگمگانے لگی (Green glow)۔اس نے ان شعاعوں کو ایکس ریز (x-rays) کا نام دیا یعنی نامعلوم شعاعیں۔اس نے دنیا کو اسوقت حیرت میں ڈال دیا جب ایک تحقیقاتی مقالہ میں اسنے لکھا کہ یہ شعاعیں انسانی گوشت سے تو آسانی سے گزر جاتی ہیں لیکن ہڈیوں اور دوسری کئی دھاتوں میں رک جاتی ہیں۔ان کی مدد سے انسانی ہڈیوں کا عکس فوٹوگرافک پلیٹ (Photographic Plate) پر دیکھا جاسکتا ہے۔اس ایجاد سے دنیا میں تہلکہ مچ گیا کہ بغیر آپریشن کے انسانی جسم کو اندر سے جھانکا جاسکتا ہے۔بیمار اور ٹوٹی ہوئی ہڈیاں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔سب سے پہلے اسنے اپنی بیوی کے ہاتھ کا ایکس رے لیا جس میں اسکی انگوٹھی بھی نظر آرہی تھی۔اس عورت نے کہا 'میں نے اپنی موت دیکھ لی ہے'۔ایکس ریز (x-rays) کا استعمال دن بدن نہ صرف میڈیکل فیلڈ میں بڑھا بلکہ اب تو سائنس کی دنیا میں اسکے درجنوں استعمال ہیں۔یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کی گئی حضرتِ مہدیؑ کے دور کی غیر معمولی ایجاد ہے۔

ایکس ریز (x-rays) کی ایجاد کے اگلے ہی سال 1896ء میں ہنری بیکرل (Becquerrel Henery) نے دھاتوں سے ایکس ریز (x-rays) نکلنے کے تجربات شروع کر دیئے۔وہ دھاتوں کو باری باری فوٹوگرافک پلیٹ (Photographic Plate) میں لپیٹ کر دھوپ میں رکھتا اور ایکس ریز (x-rays) کے نکلنے کا انتظار کرتا۔جب اس نے یہ تجربہ یورینیم پر کیا تو اس نے سمجھا کہ ایکس ریز (x-rays) مل گئیں۔یورینیم کا سایہ پلیٹ پر نظر آ گیا۔ایکدن جب گہرے بادل چھائے تھے اور روشنی نام کو نہ تھی اس نے یہ تجربہ دہرایا۔وہ حیران رہ گیا کہ دھات کا سایہ بہتر طور پر نمودار ہوا۔اس نے سوچا کہ یہ ایکس ریز (x-rays) نہیں ہوسکتیں یہ کچھ اور ہے ان شعاعوں کو اس نے ریڈیائی شعاعوں (Radioactivity) کا نام دیا۔اسطرح ریڈیائی شعاعیں (Radioactivity) بھی اتفاقیہ طور پر ایجاد ہوگئیں۔بعد میں فرانس کی مادام کیوری اور اسکے خاوند نے اس میدان میں کمالات حاصل کئے وہ دنیائے سائنس کی پہلی خاتون تھی جس کو نوبل انعام سے نوازا گیا۔اس فیلڈ سے نئی جہتوں میں کام شروع ہوا۔اسی کام کی بدولت سائنسدانوں نے بعد میں ایٹم کے اندر چھپی ہوئی لامتناہی طاقتوں کو زیر کیا۔یہ اتفاقیہ ایجاد بھی حضرت مہدی

موعود کے ظہور کی مرہونِ منت ہی ہوئی۔ یہ اتفاقات نہیں بلکہ خدائی تقدیر تھی جو آپ کے وجودِ باجود کی برکت سے حضرتِ انسان کو عطا کی گئی۔ پلاسٹک بھی اس دنیا میں اتفاقیہ یا حادثاتی طور پر ایجاد ہوا۔ 1839ء میں چارلس گڈایر (Charles Goodyear) نے انجانے میں ایک کیمیائی ترکیب سے ربڑ کو پائیدار بنایا۔ 1846ء میں سوس کیمیادان چارلس شانبیعن (Charles Schonbein) سے ایک کیمیائی عمل میں پلاسٹک حادثاتی طور پر بن گیا۔ اس کے بعد 1909ء میں ایک اور کیمیادان بیک لینڈ نے پلاسٹک کی اعلیٰ قسم بیکالائٹ (Bekelite) تیار کی۔ اسی طرح بعد میں پلاسٹک کی ایک نئی قسم نائلون (Nylon) بھی دریافت ہوئی۔ یہ ایسی ایجاد ہے کہ اس کے بغیر اب تو زندگی بالکل ادھوری ہے۔ اس دریافت سے دنیا میں عجیب انقلاب برپا ہوا۔ اب تو بازار سے دودھ بھی لانا ہو تو دکاندار اسکو پلاسٹک کے لفافے میں ڈال کر دے گا۔ دنیا کے تمام سٹورز ہر قسم کی اشیا کو پلاسٹک کے تھیلوں میں ڈال کر دیتے ہیں۔ انسان نے اس کے غلط استعمال سے بہت سے مسائل پیدا کر لئے ہیں۔ یہ ایجاد بھی حضرت مہدیؑ کے زمانے کی بڑی ایجادوں میں شمار کی جا سکتی ہے۔

زمانہ مہدی کے بڑے سائنسدان: ۔حضرت مہدیؑ کے وقت میں بڑے بڑے سائنسدانوں نے اعلیٰ وارفع کام سرانجام دیئے۔ ان کے کام کے اسلوب سب سے نرالے ہیں۔ آپؑ کے زمانے کا سب سے بڑا سائنسدان البرٹ آئن سٹائن (Albert Einstein) ہے۔ جس کے بہت سے مقالہ جات اس پایہ کے تھے کہ ان سب پر نوبل انعام مل سکتا تھا۔ اس کو یہ انعام Photoelectric Effect پر ملا۔ اس کا کام ری ایکٹر ٹیکنالوجی (Reactor Technology) یعنی ایٹمی بجلی گھر اور ایٹم بم کے بنانے کا باعث بنا۔ 1945ء میں جب جاپان پر ایٹم بم گرائے گئے تو البرٹ آئن سٹائن بہت مایوس ہوا اور کہا کہ اس کا کام تو انسانیت کی خدمت کے لئے تھا نہ کہ تباہی کے لئے۔ اس کو Scientist of the Century کے خطاب سے نوازا گیا۔ اس کے علاوہ اور سائنسدان جنہوں نے مفادِ عامہ کے لئے اپنی زندگیاں وقف کیں اور کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ان کے نام اور مختصر کام مندرجہ ذیل ہیں۔

نمبر	سن عیسوی	نام	مختصر کام/ایجاد
1	1838	Samuel Morse	تارکا نظام (Telegraph)
2	1846	William Morton	Anesthesia
3	1846	Bell	Telephone
4	1873	Faraday	Electromagnetic Induction
5	1886	Louis Pasteur	Germ theory and treatment of Rabies
6	1895	Conrad Rontgen	X-Rays
7	1896	H. Becquerell	Radioactivity
8	1897	J.J. Thompson	Electron
9	1902	Ronald Ross	Work on Malaria
10	1903	Wright Brothers	First Flight
11	1905	Robert Koch	Cure of T.B
12	1905-6	Otto Hahn	Atomic Fusion
13	1905	Albert Einstein	Photoelectric Effect--Relativity
14	1907	Charles Schonbein	Plastic
15	1907	Abraham Michelson	Speed of Light

نمبر	سن عیسوی	نام	مختصر کام/ایجاد
16	1908	Paul Ehrilich	Chemotherapy
17	1909	Robert Milikan	Charge of Electron
18	1909	Guglielmo Marconi	Radio

حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں سائنس اور ٹیکنالوجی میں اس قدر ترقیات ہوئیں کہ انسان حیران وششدر رہ جاتا ہے۔خدا تعالیٰ نے آپ کے زمانے میں اپنی ان گنت عنایات کیں۔آپ کو ایک خاص مقصد کے لیے چنا تا رسول اکرم ﷺ کا بول بالا ہو اور دنیا دینِ اسلام کو قبول کرے۔ان ایجادات کو محض اتفاق نہیں کہا جا سکتا ان کے پیچھے خدا تعالیٰ کی تقدیر کارفرما نظر آتی ہے۔دعا ہے کہ دنیا مہدی علیہ السلام کو پہچان لے اور ان کی تعلیمات جو دراصل رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات ہیں پر کما حقہ عمل پیرا ہو جائے آمین ثم آمین۔

تبصرہ

ملاحظات نیاز فتح پوری

از پروفیسر ڈاکٹر عبدالمنان ملک

علامہ نیاز فتحپوری گزشتہ صدی کے برّصغیر پاک وہند کے مشہور ادیب۔نقاد اور موقر جریدہ ماہنامہ ''نگار'' کے ایڈیٹر اور متعدد کتب کے مصنف تھے۔آپ نے اپنی زندگی کے آخری چند سالوں میں اپنے رسالہ میں جماعت احمدیہ اور حضرت بانی جماعت احمدیہ کے متعلق تنقیدی مضامین تحریر کئے۔

آپ کا پہلا مضمون 1959ء کے ماہ اگست کے شمارہ میں ''احمدی جماعت'' کے عنوان سے شائع ہوا۔احمدیت کے حق میں ایسے عظیم نقاد کی طرف سے شائع ہونے والی تحریر سے تمام ملک میں ایک سناٹا چھا گیا اور لاتعداد لوگوں نے علامہ موصوف کو زبانی اور تحریری طور پر ہدفِ تنقید بنایا۔انہوں نے نہ صرف جماعت کے خلاف روایتی الزامات اور اعتراضات کی بھرمار کردی بلکہ ان پر یہ الزام بھی لگایا کہ انہوں نے جماعت سے کثیر رقم لے کر ان کے حق میں لکھنا شروع کیا ہے۔علامہ موصوف نے ان تمام خطوط میں بیان کردہ الزامات کا نہایت جرأت کے ساتھ تفصیلی جواب دیا اور ایسے معاندین کو یہ چیلنج بھی دیا:

''اس وقت مسلمانوں میں احمدیوں کو بے دین اور کافر رکھنے والے تو بہت ہیں۔لیکن آج مجھے ان مدعیانِ اسلام کی جماعتوں میں سے کوئی جماعت بھی ایسی نظر نہیں آتی جو اپنی پاکیزہ معاشرت۔اپنے اسلامی رکھ رکھاؤ۔اپنی تابِ مفادات اور خُوئے صبر واستقامت میں احمدیوں کی خاکِ پا کو بھی پہنچ پاتی ہو۔''

(ملاحظات صفحہ 45)

مضامین کا یہ سلسلہ کئی سال جاری رہا۔استاذی المکرّم مولانا محمد اجمل صاحب نے ان تمام مضامین کو جمع کر کے ''ملاحظات نیاز فتحپوری'' کے نام سے شائع کر کے جماعت کی عظیم خدمت سرانجام دی ہے۔یہ سب مواد تبلیغی لحاظ سے انتہائی مفید اور موثر ہے۔

کتاب نہایت دیدہ زیب اور معنوی اور صوری خوبصورتی کا مرقع ہے۔

جماعت کی بک شاپ پر دستیاب ہے۔قیمت 4 ڈالر صرف

اِک مردِ حق شناس، عاشقِ احمدیت

حضرت چودھری نواب الدینؓ مرحوم ومغفور صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام وسابق ریڈر سول جج نارووال

منیر احمد کاہلوں

1894ء میں افقِ آسمان پرظہورِ مہدیٔ آخر الزماں کا چمکتا ہوا روشن نشان دیکھ کر قبول احمدیت کی سعادت پانے والے حضرت چودھری نواب الدین 1870ء میں موجودہ ضلع نارووال پنجاب کے گاؤں ننگل داؤ والہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد صاحب کا نام چودھری محمد بخش تھا جو علاقہ کے ایک متموّل زمیندار تھے۔ 1886ء میں مڈل امتحان پاس کرنے کے بعد آپ کو انگریزی سرکار کی طرف سے ریڈر سول جج کی آفر ہوئی جو آپ نے قبول کرلی۔ چنانچہ آپ کو ریڈر سول جج تحصیل رعیّہ ضلع سیالکوٹ مقرر کیا گیا۔ 1927ء میں نارووال تحصیل بن گئی تو آپ عدالت کے نارووال آجانے پر وہاں آگئے۔ ان دنوں دیہات میں تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے اَن پڑھ لوگ کئی قسم کی مشکلات کا شکار تھے۔ سرکاری کاموں کے متعلق ناواقفیت ان کے رستے میں روک تھی۔ چنانچہ علاقہ کے ان پڑھ لوگوں کیلئے ان کا وجود ایک نعمت سے کم نہ تھا۔ آپ ان لوگوں کی دامے درمے قدمے سخنے نہ صرف مدد کرتے بلکہ ان کیلئے بعض اوقات سرکار کے پاس ترجمانی کا فریضہ بھی سرانجام دیتے۔ اس طرح ان کا وجود جلد ہی مرجع خلائق بن گیا۔ احمدیت قبول کرنے کے بعد اس طرح نکھرے کہ لوگ آپ کا حوالہ اس طرح بیان کرتے کہ اگر کسی نے زمین پر چلتا پھرتا فرشتہ دیکھنا ہو تو وہ نواب الدّین کو دیکھ لے۔

آپ کا گاؤں ننگل داؤوالہ (ننگل نواب الدین) شیر شاہ سوری کی بنائی ہوئی سڑک پر واقع ہے جو پشاور سے کلکتہ جاتی ہے اور جسڑ کے مقام پر ہندوستان میں داخل ہوتی ہے یہ گاؤں جو اس وقت حلقہ یاراں، میں ایک نمایاں مقام کے طور پر پہچانا جاتا تھا قادیان سے بمشکل 40 کوس جانبِ مغرب واقع ہے۔ جلسہ سالانہ قادیان کے دنوں میں چاروں اطراف سے شمعِ احمدیت کے پروانے وہاں جمع ہونے لگتے ایک دوسرے سے گلے ملتے۔ اپنے اپنے علاقے میں احمدیت کی تبلیغ کا حال بیان کرتے جب سب اکٹھے ہوجاتے تو دُرود شریف اور ذکرِ الٰہی کا وِرد کرتے ہوئے قریباً پندرہ بیس افراد پر مشتمل یہ قافلہ پیدل قادیان کا رُخ کرتا۔

ان ایام میں ہمارا گاؤں ایک چھوٹے سے لنگر خانے کا رُوپ دھار لیتا۔ تائیداتِ الٰہیّہ اور غیر معمولی نصرتِ خداوندی کے رُوح پرور نظارے دیکھنے کو ملتے۔ ہر ایک احمدی سے دوسرے احمدی بھائی کا عقیدت اور اخلاص بھرا روحانی تعلق دوسروں کو اپنا گرویدہ بنائے بغیر نہ رہتا۔ میرے نانا حضرت چودھری کرامت اللہ ہُندل سکنہ بہلولپور نزد قلعہ سوبھا سنگھ ان اخلاقِ کریمہ کو دیکھ کر احمدی ہوئے تھے۔

اگر کوئی ان سے پوچھتا آپ کا مذہب کیا ہے تو وہ نہایت سادگی اور پیار سے جواب دیتے، میرے مذہب کے کیا کہنے وہی جو میرے بھائی نواب الدین کا ہے۔ اخلاص بھری یہ مثال دنیاوی رشتوں میں بھی کم ہی ملتی ہے۔

مکرم ومحترم جناب چودھری عزیز احمد باجوہ ریٹائرڈ سیشن جج مرحوم ومغفور اپنے ایک مضمون میں حضرت چودھری نواب الدّین کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ چودھری صاحب مرحوم جب سرکاری کام کی انجام دہی میں جج صاحب کے ساتھ مصروف ہوتے اور نمازِ ظہر کا وقت ہوجاتا تو آپ بے قرار ہوکر پہلو بدلنے لگتے جج صاحب کو پتہ چل جاتا کہ آپ کی نماز کا وقت ہوگیا ہے چنانچہ وہ مسکرا کر آپ سے مخاطب ہوتے کہ چودھری صاحب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی نماز کا وقت ہوگیا ہے۔ چنانچہ کچھ عرصہ کیلئے عدالتی کام موقوف کردیا جاتا جس میں آپ نماز ادا کرلیتے کیونکہ ان دِنوں نماز کیلئے اہلکاروں کو کوئی وقفہ نہیں دیا جاتا تھا۔

قبولِ احمدیت کی نعمت پانے پر آپ کی زندگی میں ایسا حیران کُن انقلاب آیا جس سے علاقہ کے لوگ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ ان دنوں لوگ نذرانے کے ساتھ اہلکاروں کو خوش کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ اسے حق الخدمت بھی خیال کیا جاتا تھا۔ جب آپ کو یہ نذرانہ دیا جاتا تو آپ بھی حسبِ دستور اسے قبول کرلیتے۔ احمدی ہونے کے بعد جب عدالت گئے تو آپ نے اسے قبول کرلیا۔ شام کو جب گھر واپس آئے اور نماز ادا کرنے کیلئے کھڑے ہوگئے اور اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ پر پہنچے تو دل میں کہنے لگے کہ نواب الدّین! تمہاری جیب میں تو رشوت کے سکّے پڑے ہوئے ہیں، تمہیں سیدھا رستہ ملے تو کیونکر ملے۔ چنانچہ

وہیں نماز توڑ دی دل شکستہ، انتہائی شرمساری کے ساتھ فرداً فرداً لوگوں کے گھر پہنچے ہر ایک کا کنڈا کھٹکھٹایا۔ جب ان لوگوں نے گھر سے باہر نکل کر آپ کو اپنی چوکھٹ پر موجود پایا تو حیران ہوئے کہ چوھدری صاحب آج کیسے آپ نے ہمارے غریب خانے پر قدم رنجہ فرمایا ہے۔ آپ نے جواباً کہا کہ بھائیو آپ نے جو چند سکّے مجھے دیئے ہیں مجھ سے واپس لے لو۔ اب نواب الدین احمدی ہوگیا ہے یہ پیسے اپنے پاس نہیں رکھ سکتا۔ چنانچہ آپ نے جن جن لوگوں سے پیسے لئے تھے ہر ایک کو لوٹا دیئے۔ ساتھ یہ کہتے جاتے تھے کہ میں نے مامورِ زمانہ کے ہاتھ پر بیعت کرکے عہد کیا ہے کہ رشوت نہیں لونگا اس لئے اپنی رقم واپس لے لو۔ آپ کے اس اخلاق کا ان لوگوں پر ایسا اثر ہوا کہ انہوں نے سوچا آؤ جا کر دیکھیں وہ کونسا کرشماتی انسان ہے جس کی نگاہ ایسا معجزانہ اثر رکھتی ہے جس نے نواب الدین کی کایا پلٹ دی ہے۔ اپنے آقا کی محبت اور عقیدت میں سرشار یہ وجود اپنی تمام بقیہ زندگی ایک درویش کے طور پر بسر کرتا رہا۔

متعدد اور واقعات بھی ہیں جو دلچسپی سے خالی نہیں جو ایک قُدسی تاثر کے ساتھ دوسرے پر ایسا اثر ڈالتے ہیں کہ وہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ایک دفعہ دو سکھ سردار علاقہ کے دُور افتادہ گاؤں سے آپ کے رشتہ دار کی سفارش لے کر کام کی غرض سے آپ کے پاس آئے۔ آپ نے انہیں یقین دلایا کہ اگر آپ کا کام جائز ہوا تو ضرور کر دیا جائے گا۔ مگر اُن کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ نہایت لجاجت کے ساتھ ایک خاصی بڑی رقم آپ کو دینے لگے۔ آپ نے اُن کو کہا سردار صاحب یہ رقم اپنے پاس رکھیں مگر وہ منت وسماجت کے ساتھ بضد ہو کر دینے پر اصرار کرتے رہے۔ اسی اثناء میں شام ہوگئی۔ ان کا گاؤں دُور تھا ان کیلئے واپس جانا مشکل ہوگیا وہ رات بسر کرنے کیلئے آپ کے پاس ٹھہر گئے اور آپ کو پھر مجبور کرنے لگے۔ اتنے عرصے میں آپ کا خدمتگار آ گیا۔ آپ اسے مخاطب ہو کر کہنے لگے میاں! سردار صاحبان آج ہمارے مہمان ہیں بازار جاؤ اور وہاں سے آدھ کلو گائے کا گوشت لے آؤ۔ مہمانوں کی خدمت کرنا ہمارا فرض ہے۔ جب سکھ مہمانوں نے آپ کا یہ جملہ سُنا تو فی الفور بولے واہ واہ چودھری صاحب کیا ہمیں آپ وہ چیز کھلائیں گے جو ہمارے دھرم میں حرام ہے۔ آپ نے انہیں کہا سردار بھائیو کوئی حرج نہیں آپ مجھے اتنی بڑی رقم حرام میں دے رہے ہیں میری طرف سے چند سکوں کا حرام مال نہیں کھا سکتے۔ اس پر وہ سخت شرمندہ ہوئے اور معافی مانگنے لگے کہ پتہ نہیں تھا آپ رشوت نہیں لیتے۔

1914ء میں جب طاعون کی وبا پھیلی اور گھروں کے گھر لقمہء اجل بننے لگے ہمارے گاؤں میں بھی یہ وبا اس طرح آئی کہ کوئی خاندان ایسا نہ رہا جس کے بیشتر افراد اس کی نذر نہ ہوگئے ہوں۔ کہتے ہیں کہ ادھر لوگ ایک قبر میں مردہ دباتے تو دوسری تیار کرنے لگ جاتے۔ ہر طرف موتا موتی کا عالم تھا۔ لوگ سخت خوفزدہ اور حیران تھے کہ کیا ہوگا۔ دوسری طرف بغور دیکھ رہے تھے کہ چودھری صاحب کے گھر کے اردگرد تمام گھر لوگوں سے خالی ہوگئے ہیں کیا وجہ ہے کہ ان کے گھر میں کوئی جانی نقصان ہونا تو کجا ایک چُوہا تک نہیں مرا۔ مزید ایسا ہوا کہ رشتہ میں چودھری صاحب کے ایک غیر احمدی بھتیجے کو طاعون ہوگئی۔ اس بیماری سے ہلاک ہونے کیلئے ایک پھوڑا ہی کافی ہوتا ہے۔ ان دنوں جب کسی کو ایک پھوڑا نکلتا وہ لوگوں کو آخری سلام کہتا پھرتا۔ اس بھتیجے کو ایک کی بجائے دو پھوڑے نکل آئے وہ سخت مایوس ہو کر روتا ہوا آپ کے پاس آیا، اور آخری سلام دُعا کے ساتھ رو کر دعا کی درخواست کرنے لگا۔ سب کا خیال تھا کہ یہ چند منٹوں کا مہمان ہے۔ آپ نے اُسے تسلی دی اور کہا فکر نہ کرو میں تمہارے لئے دُعا کروں گا۔ اب دیکھئے وہ نہ صرف شفایاب ہوا بلکہ ایک لمبی عمر کے بعد قریباً 75 سال کی عمر میں فوت ہوا۔

اب ہمارے گاؤں کے لوگوں کی اکثریت یہ خیال کرنے لگی کہ یہ عجیب وبا ہے۔ اس کے کیڑے لوگوں کو دھڑا دھڑ مار رہے ہیں مگر احمدیوں کو کچھ نہیں کہتے۔ لوگ چودھری صاحب مرحوم سے پوچھتے، چودھری صاحب ہم بھی آپ کے بھائی ہیں ہمیں بھی اس بلا سے بچائیں۔ آپ اُن کو جواب دیتے اس کا ایک ہی علاج ہے مامورِ زمانہ کے ہاتھ پر مخلصانہ عہدِ بیعت کرکے اس پر کاربند ہو جاؤ۔ پھر تمہیں یہ بلا کچھ نہیں کہے گی۔ اس کیلئے تمہیں پھر نہ کسی ٹیکے کی ضرورت ہوگی نہ کسی علاج کی۔ وہ لوگ جوق درجوق قادیان جانے لگے اور عہدِ بیعت میں بندھ گئے۔

آپ کے نارووال آنے کے بعد وہاں کی جماعت تیزی سے بڑھنے لگی۔ اس پر شہر میں بھی کافی مخالفت بڑھی۔ شہر میں ایک ہی بڑی مسجد تھی جس میں لوگ نماز جمعہ ادا کر لیتے۔ مگر احمدیوں کی بڑھتی ہوئی تعداد دیکھ کر غیر احمدیوں نے فیصلہ کیا کہ احمدیوں کو اس مسجد میں نماز پڑھنے سے روک دیا جائے کیونکہ یہ لوگ کافر ہوگئے ہیں اس لئے یہاں نماز نہیں پڑھ سکتے۔ چنانچہ اس مسجد کے دروازے احمدیوں کیلئے بند کر دیئے گئے۔ حالانکہ اس مسجد میں احمدیوں کا بھی اتنا ہی حق تھا جتنا دوسرے لوگوں کا۔ اب اس پریشان صورت حال میں اس وقت کے امیر جماعت حضرت مولوی محمد عبداللہ صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں

لکھا کہ ہمیں مسجد میں نماز پڑھنے سے روک دیا گیا ہے، اب ہم کیا کریں۔

آپؑ نے جواباً حضرت مولوی صاحب کو ارشاد فرمایا مولوی صاحب کوئی کھولا صاف کرلیں وہاں نماز باجماعت ادا کرلیا کریں مگر فساد سے بچیں۔ اب خدا کی تقدیر کا اظہار اس طرح ہوا کہ احباب جماعت کو مسجد کیلئے ایک کھولا ہی ملا۔ سخت پریشانی کے عالم میں حضرت دادا جان مرحوم چودھری نواب الدین صاحب نے جگہ تلاش کرتے کرتے خالی پڑے ہوئے اس قطعہء زمین کی بابت دریافت کیا کہ یہ کس کی ملکیت ہے۔ پتہ چلا کہ ایک سکھ سردار صاحب اس کے مالک ہیں۔ آپ نے ان سے رابطہ کیا وہ کہنے لگے کہ چودھری صاحب آپ کس غرض سے یہ قطعہ زمین لینا چاہتے ہیں۔ آپ نے انہیں بتایا کہ ہم یہاں مسجد بنائیں گے کیونکہ ہمیں شہر کی مسجد میں نماز پڑھنے سے روک دیا گیا ہے۔ اس پر وہ صاحب کہنے لگے کہ پھر میں آپ کو یہ زمین کا ٹکڑا تحفے کے طور پر دونگا۔ چنانچہ جلد ہی وہاں مسجد بنالی گئی۔ حضرت اقدسؑ کا یہ فرمانا کہ کوئی ''کھولا صاف کرلو'' خدا نے کس طرح پورا کیا۔ آج وہ مسجد وسیع ہوکر ڈبل سٹوری کی صورت میں بطور نشان نارووال میں موجود ہے۔

آپ کو مسجدیں بنانے اور احمدیہ جماعت کے قیام و استحکام کا بہت شوق تھا۔ آپ نے اس سلسلے میں اپنے خرچ سے گاؤں میں بھی ایک مسجد بنائی جہاں سارا گاؤں نماز باجماعت ادا کرتا ہے۔ احمدی اور غیر احمدی سب اس میں پیار محبت اور یگانگت سے نماز ادا کرتے ہیں۔ اُس زمانے میں ایک احمدی کا وجود تمام لوگوں کیلئے ایک ماڈل مسلمان کے طور پر نظر آتا ہے۔ کبھی لوگ مولویوں کی طرف دیکھتے اور کبھی احمدی کی طرف۔ دنیاوی رشتوں سے بڑھ کر آپس میں پیار و محبت ایک دوسرے کی تکلیف کا بڑھ چڑھ کر احساس غرضیکہ احمدی خلوص و ایثار نے وہاں ایسی یادگار جماعتیں قائم کی ہیں جو رہتی دنیا تک اپنے بانیان کو خراجِ عقیدت ادا کرتی رہیں گی۔ میں اس مضمون کے ذریعے جہاں حضرت چودھری صاحب مرحوم کی مغفرت اور درجات کی بلندی کی درخواست کروں گا وہاں یہ بھی عرض کرونگا کہ ان کے پسماندگان کیلئے بھی دعا کریں کہ خدا تعالیٰ اُنہیں حضرت چودھری صاحب کے نقشِ قدم پر چلاتے ہوئے زیادہ سے زیادہ خدماتِ دینیہ کی بجا آوری کی توفیق بخشے، آمین۔

بَلْ اَحْیَآءٌ بَلْ اَحْیَآءٌ

عبدالشکور۔ کلیولینڈ، اوہائیو

پھر بدلنے لگا موسم باہر
اور شبنم سی اُترنے لگی میرے اندر
ایک جھونکا سا ہوا کا گزرا
رُوح کو چھونے لگی بادِ نسیم
جیسے اِک یاد دبے پاؤں ہو
ایک سرگوشی سی مدھم مدھم
اور سماعت کے دریچوں پر
ہولے ہولے سے اُبھرتی ہوئی دستک سی
اور پھر رُوزنِ زنداں میں
کسی چہرے کے اُبھرتے ہوئے نقش
یا کوئی موہوم سی اُمید
یا کوئی خواہش، معصوم سی انہونی سی
نارسائی کے دُھندلکوں میں معدوم ہوتی
ڈُوبتی اور اُبھرتی ہوئی
ایسے میں پھر سے
مرے رُوزنِ زنداں میں
اُسی چہرے کے اُبھرتے ہوئے نقش
جیسے کسی آیت کا ظہور
جیسے کسی آیت کا نزول
اور بدلنے لگا لمحہ لمحہ
احساسِ زیاں کا ادراک
جیسے رگ و پے میں راحت اُترے
جیسے رُوح پر اور قلب پر میرے
ایک سکینت اُترے
آئے اِک پُرشوق صدا
آئے اِک پُرشوق ندا
بَلْ اَحْیَآءٌ بَلْ اَحْیَآءٌ

کب آ ؤ گے اُن سے ملنے۔۔۔۔۔؟

ارشاد عرشی ملک

امریکہ کی سڑکوں پر کاریں دوڑاتے
اپنے بچوں کی صحبت میں ہنستے گاتے
ہفتوں اور اتواروں کو پکنک پر جاتے
ڈھیروں شاپنگ کر کے اپنا دل بہلاتے

یاد کرو اِک بُوڑھی، بُوڑھا
سات سمندر پار اِک ویراں گھر میں بیٹھے
خالی خالی نظروں سے بے رونق گھر کو دیکھ رہے ہیں
فون کی ہر گھنٹی پر دونوں چونک اُٹھتے ہیں
فون اُٹھانے میں اِک دوجے پر سبقت لے جاتے ہیں
صحت ٹھیک ہو تو کچھ واک بھی کر لیتے ہیں
ورنہ گھنٹوں ٹی وی دیکھ کے صبح و شام بتاتے ہیں

رات کو رُوکھا سا پرہیزی کھانا کھا کر بستر پر پڑ جاتے ہیں
نیند نہیں جب آتی پہروں، ماضی میں کھو جاتے ہیں
یاد تمہی کو کرتے کرتے، وہ تھک کر سو جاتے ہیں
اُن آنکھوں میں مُستقبل کے خواب نہیں
نظروں کی لو بھی مدھم ہے، چہرے بھی شاداب نہیں

خیر سے تُم مصروف بہت ہو، وقت نہیں ہے
اُن کے سیارے پر لیکن وقت کا چکر ٹھہر گیا ہے
کب آ ؤ گے اُن سے ملنے
کب آنے کا وعدہ کر کے ان کی آس بندھاؤ گے
خوشبو سے اُمید کی اُن کے روز و شب مہکاؤ گے
دن گنتے رہنے سے شُغل سے عرشی کب بہلاؤ گے
وقت نکالو گے؟ جب عُمر کی ڈوری
اُن کمزور تھکے ہاتھوں سے چھُوٹ چکی گی

اُن سے ملنے کیسے جائیں۔۔۔۔؟؟

غزالہ حیات

امریکہ کے دفتر میں ہم دونوں کام ہیں کرتے
پانچ دنوں تک اُن تھک محنت کر کر کے ہیں مرتے

ڈے کیئر میں بچے اپنے ہفتہ بھر ہیں رہتے
ماں اور باپ سے دُوری کا دُکھ یہ معصوم ہیں سہتے

ہفتے بھر کی شاپنگ کرنا، ہے اپنی مجبوری
بچوں کو باہر لے جانا، بھی ہے بہت ضروری

امّی، ابّو دونوں ہم کو یاد تو ہر پل آئیں
لمبا، چوڑا خرچہ کر کے ملنے کیسے جائیں

لاکھ اُنہیں سمجھایا آ ؤ ساتھ ہمارے رہ لو
پاکستان سے کچھ عرصے کی دوری تم بھی سہہ لو

اُن کی یہ مجبوری، اُن کو ملک سے اپنے پیار بہت ہے
بے وجہ کی امریکہ سے لیکن خار بہت ہے

بہو کا ہر پہناوا اُن کی آنکھوں میں ہے کھٹکے
بچے ان کو یوں لگتے ہیں گویا راہ سے بھٹکے

بیٹا رَن مُرید لگے، جب گھر میں ہیلپ کرائے
پھر ایسے ماحول میں رہنا اُن کو کیسے بھائے

یہ سادہ سی باتیں کاش سمجھ میں اُن کی آئیں
ہم حالات کے قیدی، اُن سے ملنے کیسے جائیں

واشنگٹن

21 ستمبر 2013　　　نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم　－　بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ － ھوالناصر

قرارداد تعزیت نیشنل مجلس عاملہ۔ جماعت احمدیہ امریکہ بروفات حضرت صاحبزادی امۃ الرشید بیگم صاحبہ

جماعت احمدیہ امریکہ کی نیشنل مجلس عاملہ اور جملہ افراد جماعت حضرت صاحبزادی امۃ الرشید بیگم صاحبہ کی المناک وفات پر گہرے صدمہ اور تعزیت کا اظہار کرتے ہیں۔ محترمہ صاحبزادی صاحبہ 20 ستمبر 2013 جمعہ کی صبح کو ایک مختصر سی بیماری کے بعد اپنے مولائے حقیقی سے جاملیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت صاحبزادی صاحبہ کو یہ منفرد اعزاز حاصل ہے کہ آپ ایک طرف حضرت مسیح موعودؑ کی پوتی تو دوسری طرف حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کی نواسی تھیں۔ اور حضرت المصلح موعودؓ کی حرم حضرت امۃ الحیٔ بیگم صاحبہ کے بطن سے آپ کی بیٹی تھیں۔ نیز حضرت صاحبزادی امۃ القیوم بیگم صاحبہ اہلیہ حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کی چھوٹی بہن تھیں۔

آپ نہایت ملنسار، عبادت گذار اور محبت کرنے والی بزرگ خاتون تھیں۔ خلافت کا حد درجہ احترام کرنے والی اور اپنی اولاد کو بھی خلافت سے محبت اور فدائیت کا تعلق اور سبق دینے والی تھیں۔ آپ کے اندر انکسار، تواضع اور مہمان نوازی کا جذبہ بہت پایا جاتا تھا۔ غرباء کی ہمدرد تھیں۔

آپ کی شادی صوبہ بہار (انڈیا) کے ایک معزز اور باعلم خاندان میں مکرم میاں عبدالرحیم احمد صاحب کے ساتھ ہوئی۔ آپ نے اپنے پیچھے تین بیٹیاں محترمہ امۃ البصیر صاحبہ، محترمہ امۃ النور صاحبہ، محترمہ امۃ الحیٔ صاحبہ اور ایک بیٹا مکرم ڈاکٹر ظہیر الدین منصور احمد صاحب سوگوار چھوڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کی ساری اولاد اور داماد سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمت کرنے والوں کی صف اوّل میں شمار ہوتے ہیں۔

جماعت احمدیہ امریکہ اس سانحہ پر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، آپ کے تمام لواحقین و پسماندگان اور خاندان حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں تعزیت کرتی ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت صاحبزادی صاحبہ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کے ساتھ مغفرت کا سلوک فرمائے۔ نیز آپ کو اعلیٰ علیّین میں جگہ دے۔ آمین

والسلام

ہم ہیں ممبران جماعت احمدیہ امریکہ

نقل:

1. سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
2. مکرم ناظر صاحب اعلیٰ۔ صدر انجمن احمدیہ ربوہ
3. مکرم وکیل اعلیٰ صاحب۔ تحریک جدید انجمن احمدیہ۔ ربوہ
4. محترمہ امۃ البصیر صاحبہ اہلیہ مکرم میر داؤد احمد صاحب۔ امریکہ
5. محترمہ امۃ النور احمد صاحبہ۔ امریکہ
6. محترمہ امۃ الحیٔ صاحبہ اہلیہ مکرم ڈاکٹر خالد احمد عطاء صاحب۔ امریکہ
7. مکرم ڈاکٹر ظہیر الدین منصور احمد صاحب۔ امریکہ
8. مکرم ایڈیٹر صاحب۔ روزنامہ الفضل ربوہ